ماہنامہ
دلیل راہ
لاہور
مئی 2009ء - جمادی الاول 1430ھ

آج پوری دنیا کو دہشت گردی اور انتہا پسندی جیسے مسائل کا سامنا ہے لیکن ان کو طاقت اور قوت سے دبانے سے حل نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لئے پیغمبر امن و رحمت حضور رحمت اللعالمین ﷺ کی عدل، انصاف، صبر، تحمل، برداشت اور انسانی مساوات کی تعلیمات کی پیروی ناگزیر ہے۔ تہذیبوں کے تصادم کے نظریہ سازوں کے بجائے آج کی مضطرب اور بے چین دنیا کو محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کے دامن رحمت ہی میں پناہ میسر آ سکتی ہے۔ واشنگٹن کی اس اہم جگہ پر دنیا بھر کی اقوام کے بارے میں پالیسیاں وضع کی جاتی ہیں، فیصلے کئے جاتے ہیں۔ اس لئے یہاں پر عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب منعقد کر کے ہم چاہتے ہیں کہ یہاں کے پالیسی سازوں تک عدل، انصاف اور امن و محبت پر مبنی اسلام کی حقیقی تعلیمات پہنچائی جائیں۔ حضور ﷺ انسانیت کے لئے امن کے پیامبر ہیں۔

کیپٹل ہل پر ناظم جماعت اہل سنت پاکستان کا خصوصی خطاب

کیپٹل ہل امریکہ میں میلاد النبی ﷺ کی تقریب

اسلام کے سوا دنیا کا کوئی مذہب امن عالم کی ضمانت نہیں دیتا [illegible]

عالمی دہشت گردی کا خوفناک دور عنقریب ختم ہو جائے گا

دیار رحمۃ للعالمین کی [illegible] [illegible]

عالمی سیاست کے تاجدار محمد رسول اللہ ہیں [illegible]

[illegible] کے رہنے والوں کو قیام امن کے لئے ایک دوسرے سے قریب آنا ہوگا [illegible]

پارلیمنٹ ہاؤس کے میلاد میں سید ریاض حسین شاہ کا خطاب سن کر خوشی ہوئی ہے [illegible]

پڑ جائے اگر ہم پہ تو ہو جائیں حسیں ہم

دیتے ہیں اُسے درجہ فردوسِ بریں ہم
پیشانی سے چھوتے ہیں مدینے کی زمیں ہم

معراجِ نظر، گنبدِ خضریٰ کا نظارہ
اے کاش اُسی شہر کے ہو جائیں مکیں ہم

آ جائے نظر آپ ﷺ کا گر نقشِ کفِ پا
تو فرطِ عقیدت سے جھکاتے ہیں جبیں ہم

اَفلاک پہ ہو اپنے مقدر کا ستارہ
ہو جائیں اگر طیبہ میں پیوندِ زمیں ہم

نِسبت ہی کہاں ذرّہ خاکی کو گُہر سے
وہ عرشِ معلّٰی کے مکیں، خاک نشیں ہم

سرکار ﷺ کے صدقے میں ملی، خاک کو رفعت
قِسمت پہ نہ کیوں ناز کریں، اہلِ زمیں ہم

کر سکتے ہیں ہم آج بھی قدرت کے نظارے
بن جائیں اگر صاحبِ ایمان ویقیں ہم

وہ جس کو اُٹھانے کی نہ ہمت تھی کسی میں
اُس ایک امانت کے بنے ہیں تو امیں ہم

اُس نور ﷺ کی کِرنوں سے اگر ایک کرن نور
پڑ جائے اگر ہم پہ تو ہو جائیں حسیں ہم

حافظ نور احمد قادری

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سچائیوں کی سوغات

اس وقت عالمی سطح پر اذہان اور ابدان کو جو چیز کچل رہی ہے وہ عالمی سطح کا فساد، وحشت، بدامنی اور بربریت ہے۔ اگر افکار کو مفروضات کے مرکز پر گھومنے سے روک کر حقیقت کی فکری بنیادیں تلاش کر لی جائیں اور خلوص، یکسوئی اور انہماک سے عالمی امن کے لئے تحرک پیدا کر دیا جائے تو حالات کی زلزلہ سامانیوں پر گرفت حاصل کی جاسکتی ہے۔ عدل کا ڈھکوسلہ متعارف کروانے کی بجائے حقیقی عدل کے سرچشمے روشن کر لئے جائیں تو دنیا سکون بداماں زندگی گزار سکتی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر مسائل کی تلخیاں ہمیشہ امریکہ نے خود پیدا کی ہیں۔ اس وقت خود امریکہ کے اندر ایک کروڑ سے زیادہ لوگ بے روزگار ہو چکے ہیں۔ ہر گھر پریشانی اور اضطراب کی آگ میں جل رہا ہے اور حلفاً یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ نارِ نمرود خود امریکہ نے اپنے لئے روشن کی ہے۔ عالمی سیادت کے شوق اور مفادات اکتسابی کے ذوق میں بنیادی نوعیت کی مشترکہ اقدار تک کا امریکہ نے استیصال کیا ہے۔ ان کے تفکراتی اداروں نے ان کے انصرامی نفوس ناطقہ کو یہ بات پڑھائی ہے کہ مسلمانوں کو ان کے فکری سرچشموں سے دور کر کے بے مذہبی، تہذیبی اور عسکری جنگ جیتی جاسکتی ہے۔ بجاطور پر ایک معاملہ میں انصاف کے ساتھ سوچنا ہوگا کہ امریکی قوم اگر لاکھوں کی تعداد میں جاپانی گاڑیاں، آلات، کیمرے اور حساس آلات استعمال کر کے جاپانی نہیں بن جاتی، ایسے ہی دنیا بھر کے مسلمان آپ جو مرضی ہے ان پر مسلط کریں، جہاں مرضی ہے انہیں لے جائیں، وہ اپنی بنیاد ''اسلام'' سے دور نہیں ہٹائے جاسکتے۔ مسلمان بچہ پیدا ہوتے ہی کلمہ سنتا ہے۔ اس کے رگ و پے میں عقیدہ توحید و رسالت کا درس موجود ہوتا ہے۔ اسے شعور کی پختگی سے پہلے ہی یہ بات سمجھا دی جاتی ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے، بے ثبات ہے، فانی ہے، نہ رہنے والی ہے۔ اصل، حقیقی اور مقصودی زندگی اس دنیا کے بعد کی زندگی ہے۔ یہی سوچ اس سے بڑی بڑی قربانی دینے کی خدمت لے لیتی ہے۔ امریکہ عالمی سکون کا اگر مخلصانہ داعی ہے تو اسے مسلمان ممالک میں مداخلت کی پالیسی ترک کر دینی چاہئے۔ اسے عراق جنگ سے کیا حاصل ہوا ہے کہ افغانستان میں اپنی قوم کی روحیں جلا کر لذت بے معنیٰ حاصل کرنے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ امریکہ کی خواہشات اور عبث تمناؤں کا بوجھ سب سے زیادہ پاکستان کو اٹھانا پڑ رہا ہے۔ ارض پاکستان کی اپنی جنگ نہیں ہے، اسے بیس پچیس سال سے امریکی مفاد کی جنگ لڑنی پڑ رہی ہے۔ پہلے ضیاء الحق کی نالائقیوں کے ستم اس قوم نے سہے ہیں، اب مشرف نوازیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے۔ غربت پاکستان کی گلیوں میں رقص کر رہی ہے۔ بجلی نہ ہونے کی بنا پر صنعتیں بند ہو چکی ہیں، بے روزگاری کے عفریت الگ ڈس رہے ہیں۔ ظلمتیں سرطان کا مرض بن چکی ہیں، پاکستان پر رحم یہی ہے کہ امریکہ اپنی فوجیں اولین فرصت میں واپس بلالے، پوری دنیا کے مسئلے خود بخود حل ہو جائیں گے۔ جہاں تک طالبان کا تعلق ہے تو وہ

بھی امریکہ ہی کا تحفہ ہیں۔ پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کا قصور یہی ہے کہ انہوں نے ماضی میں فرقہ واریت کے نام پر جہاد لانچ کیا۔ ضیاء الحق امریکہ کے کٹھ پتلی جرنیل تھے۔ نحمدہ کے نام پر وہ قوم اور ملت کا سودا کرتے رہے۔ تیس ہزار کی تعداد میں جو جنونی امریکہ نے تیار کئے تھے امریکہ ان پر رحم کھائے اور اپنے وطن میں ان کے لئے کوئی زمین کا ٹکڑا وقف کرے وہ وہاں جا کر اپنی چاہتوں کے مطابق زندگی گزاریں۔ ہو سکے تو اپنے تمام حامیوں کو بھی اپنے پاس بلا لیں تاکہ وہ اپنا من چاہا اسلام وہاں نافذ کر سکیں۔ پاکستان کی جان چھوڑیں یہ لوگ سب کے سب وہی ہیں جنہوں نے قائداعظم اور پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ آج ان کی من پسند شریعت کے ہاتھوں تیرہ لاکھ مسلمان بے گھر ہو چکے ہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ پاکستانی فوج کو اپنی قوم سے نہیں لڑنا چاہیئے، لیکن سوال یہ ہے کہ فوج ان اسلام کے خادموں کو اجازت دیئے رکھے کہ یہ جنون اور حماقت کے نشہ میں سرشار ہو کر

مزارات کا تقدس پائمال کرتے رہیں۔۔۔؟؟

پاکستان کے نہتے شہریوں کو دھماکوں سے اڑاتے رہیں۔۔۔؟؟

علماء کو ذبح کرتے رہیں۔۔۔؟؟

جنازوں کی نمازوں میں خودکش حملے کر کے انسانیت سوزی کا مظاہرہ کرتے رہیں۔۔۔؟

ان کے خودساختہ نظام کی مخالفت کرنے والوں کی یہ زبانیں کاٹتے رہیں۔۔۔؟

پاکستان کے خلاف بھارت، اسرائیل اور امریکہ کی نوکری میں ہر وحشت اور بربریت کا مظاہرہ کرتے رہیں۔۔۔؟

صحافیوں، دانشوروں، کالم نگاروں، اساتذہ، مصنفین کی گردنیں کاٹتے رہیں۔۔۔؟

قبریں کھود کر لاشیں باہر نکال کر یہ درختوں پر لٹکا دیں۔۔۔

انہیں نہ کوئی پوچھے نہ پکڑے اور نہ ان پر کوئی اعتراض کرے۔۔۔

جناب والا!

پاکستان ایک ملک ہے، ایک ریاست، ایک سلطنت ایک طویل جدوجہد کے بعد اس کا حصول ممکن ہوا۔ اس کی چھاتی پر پلنے والے لوگ ایک قوم ہیں، ہجوم نہیں۔ ان کے اپنے مسائل ہیں، جن کے حل کے لئے انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی ضرورت ہے۔ آج عالمی سازشوں کے تانے بانے تیار کرنے والوں نے اس عظیم ملک کو بھکاریوں کی صف میں لا چھوڑا ہے۔ یہاں کے سیاست دانوں کی بولیاں بدل دی ہیں۔ بے مقصدیت اور عبثیت اس قوم کا ہار بنا دیا گیا ہے۔ امریکہ نے دوستی کے نام پر اس ملک کو ہمیشہ دھوکہ دیا ہے۔ روس کو مسخر کرنے کی منزل کے لئے پاکستانی مجاہدوں اور افغان مسلمانوں کا خون استعمال کیا۔ کشمیر کی آزادی منزل پر پہنچنے سے قریب ہوئی تو امریکہ نے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ فوج افغان سرحدوں کی طرف منتقل کی جائے۔ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بنا تو امریکہ دوستی پاکستان سے کرتا رہا اور مدد بھارت کی کرتا رہا۔ ہماری قوم کو جس دلدل میں پھنسا دیا گیا ہے ان کے لئے تین مسئلے اہم ہو گئے ہیں۔

اسلام، عالمی طاقتوں کی خواہشات اور پاکستان

اس وقت پاکستان کا بچہ بچہ یہ سوچ رہا ہے کہ اگر ہم نے اسلام، نظام مصطفےٰ اور دین حق سے بے وفائی نہ کی ہوتی تو "ایٹم بم" کی تخلیق کے ساتھ ایک ایسی قانونی معراج کر لی ہوتی۔ جہاں دنیا بھر کے لوگ امن اور سکون محسوس کرتے ہمارے نالائق سیاست دانوں نے ہمیشہ قوم کو یقین، اعتماد، جہد مسلسل اور حب الوطنی سے دور رکھا اور گوریلا سازشوں کی حوصلہ افزائی کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عوام اور حکومتوں کی سوچ کے درمیان کوہ قاف حائل ہو گئے۔ تسلیم کرنے پر آئے تو سوات میں ادھورا، نکما اور جہالت پر مبنی نظام عدل قبول کر لیا اور ترک کرنے پر آئے تو اسلام، قرآن اور

اسوہ رسول ﷺ سب سے بے وفائی کر لی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عالمی ضرورتوں اور حکمتوں کو زیر نظر رکھتے ہوئے پاکستان میں فی الفور نظام مصطفےٰ نافذ کر دیا جائے۔

عالمی طاقتوں سے دوستی کے نام پر مزید دھوکہ نہ کھایا جائے۔ ان کے ہاتھ مضبوط کرنے کی بجائے اپنے ملک کو مضبوط کرنے کی فکر اپنائی جائے۔ حب الوطنی کو تحریک بنایا جائے۔ میڈیا کا رخ ذہنی تربیت کی طرف پھیرا جائے۔ قربانی کا جذبہ رائیگاں نہ ہونے دیا جائے۔ خودکش حملوں کی تعریف اور مقصد بدل دینے سے پاکستان فوج کا اسے اسلحہ بنایا جاسکتا ہے۔ جہاں تک طالبان کا تعلق ہے ان کی جدوجہد اور وحشت خیزیوں کا کوئی مقصد نہیں۔ ان کی تاریخ اس لئے خراب ہے کہ وہ ڈالرز کے سیلاب میں ایک دفعہ بہہ چکے ہیں۔ وہ امریکی مفادات کی جنگ لڑ چکے ہیں۔ ان کے فکری ہیرو امریکی اداروں کے ملازم رہے۔ مجاہد قوموں کے رویئے یہ نہیں ہوتے۔ سوال یہ ہے کہ اب وہ پاکستان کے خلاف کیوں لڑ رہے ہیں۔ وہ مسلمان قوم کو کیوں کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اسرائیل یا بھارت، چین یا امریکہ کس کی دوستی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اگر وہ اسلامی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں تو عرض یہ ہے کہ افغانستان میں قائم حکومت تو وہ سنبھال نہیں سکے، اب ان کی خواہش کیسے پوری ہوسکتی ہے۔

طالبان طرز کی فکر رکھنے والے لوگوں کو صوفیہ کا طرز فکر سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ پچھلے چند سالوں میں دہشت پسندوں نے اسلام کو عزت نہیں دی، لیکن قافلہ اسلام کو خسران عظیم کا شکار بنایا ہے۔ غیر مسلم معاشروں کا اخلاقی زوال اصل میں ان کے لئے پسپائی کا پیغام ہے۔ مسلمانوں کے معاشرے ہمیشہ اخلاقی لحاظ سے بلند تر رہے ہیں۔ ہمارے مغربی دشمنوں کو ہم سے جو باتیں ناپسند ہیں وہ پانچ ہیں۔

اسلام سے ناقابل شکست وابستگی
مسلمانوں کی اخلاقی اور ثقافتی عظمتیں
عسکری اور جہادی رجحانات
تہذیبی انداز حیات اور فکری صلابت
موثر طرز تبلیغ اور انسانیت نوازی

مسلم معاشروں سے افکار و اعمال کی ان بنیادوں کو زوال پذیر کرنے کے لئے مغرب فحاشی، عریانیت اور منفی پروپیگنڈہ کو بطور اسلحہ استعمال کر رہا ہے۔ ان کی سوچ یہ ہے کہ مسلمان غریب ہونے کی وجہ سے انتہا پسند ہیں، لیکن یہ سوچ رکھنے کے باوجود کہ مسلمانوں کی معاشی ترقی ان میں تشدد کے رجحانات کا خاتمہ کرسکتی ہے۔ عملی طور پر اقتصادی بہتری کے انعامات مسلمانوں کے لئے نہیں سوچے گئے۔ جہاں تک عسکری رجحانات کا تعلق ہے، مسلمانوں کو صراط مستقیم سے بھٹکانے میں مغربی شیطانوں کا ہاتھ ہے، وگرنہ مسلمانوں نے جہاد کے ساتھ ہمیشہ فی سبیل اللہ کی قید لازمی جانی ہے۔ مغرب کو اصل خطرہ یہ ہے کہ ان کے معاشرے جرائم کا شکار ہیں۔ خاندانی اور عائلی نظام تباہ ہو چکا ہے۔ سماجی سرمایہ ان کے ہاں دن بدن گھٹتا چلا جا رہا ہے۔ اخلاقی کمزوریوں نے انہیں اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے۔ طالبان کی حکومت جس وقت افغانستان میں بنی تھی انہیں اپنے ''آئیڈیل'' نہیں بدلنے چاہئیں تھے۔ جن عربوں پر انہوں نے بھروسہ کیا تھا وہ تو خطرناک سوچوں کے حامل قزاق تھے، جنہوں نے صحابہ اور آل پاک کے مزارات مسمار کئے تھے۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ مزارات گرانے کا کام صرف مذہبی حوالے کے ساتھ نہیں، ملین ڈالرز کا جو سونا مزارات پر جڑا ہوا تھا ان قزاقوں نے لوٹا لیکن سوات کے طالبان بے چارے پیر بابا کا مزار گرا کر کیا تلاش کر رہے تھے؟ رحمٰن بابا کی قبر سے انہیں کیا مل سکتا تھا۔ اصل میں جاہل، شرارتی اور کٹر قسم کے لوگ ان کی صفوں میں شامل ہو گئے جنہوں نے ان کی جدوجہد کو صفر کر دیا۔ اب اسلام، پاکستان اور مسلمانوں کی حالت پر وہ رحم کھائیں اور اپنی قوت اور طاقت پاکستان کے حق میں سرنڈر کر دیں۔

پاکستان کے تیرہ لاکھ مسلمان جو بے گھر ہو کر ننگے آسمان کے نیچے آ بیٹھے ہیں۔
پاکستان کے سچے اور محبِّ وطن شہریوں کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کے لئے سوچیں۔ وہ مسلمان جو صوفیہ کو ماننے والے ہیں ان کی ذمہ داریاں دوہری ہوگئی ہیں۔ اس لئے کہ پاکستان بنایا بھی تو ان لوگوں نے ہے اور پاکستان کے سچے محافظ بھی وہی لوگ ہیں۔ انہیں ارض وطن کے چپہ چپہ کا چوکیدار بن جانا چاہیئے اور وطن اور وطن کے اداروں کو تنہا نہیں کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ ہر دور میں وہ اسلام زندہ باد کے سائے میں جیئے اور پاکستان ان کے گرم جذبوں ہی کا تحفہ ہے۔ اس لئے پاکستان زندہ ہے، منشور کی صداقت کے لئے انہیں زندہ رہنا ہوگا اور جدوجہد کرنی ہوگی۔

اسلام زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید فرقان حمید کی تفسیر "تبصرۃ" کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورہ اخلاص کے دوسرے حصے کی تفسیر پیش کر رہے ہیں (ادارہ)

سید ریاض حسین شاہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ ﴿۲﴾ لَمۡ يَلِدۡ ۙ وَلَمۡ يُوۡلَدۡ ۙ ﴿۳﴾
وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

اللہ بے نیاز ہے (۲) نہ اُس کی کوئی اولاد اور نہ ہی وہ کسی سے پیدا ہوا ہے (۳) اور نہ اس کا کوئی ایک بھی ہم پلہ اور جوڑ ہو سکتا ہے (۴)

WWW.NAFSEISLAM.COM

اَللّٰہُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾

''اللہ بے نیاز ہے''

صمد کا معنی کیا ہے؟ عبداللہ بن بریدفرماتے ہیں کہ صمد وہ نور ہے جو روشن ہو اور چمکتا دمکتا ہو۔(ابن کثیر) شعبی فرماتے تھے کہ صمد وہ ہے جو کھانے اور پینے سے بے نیاز ہو۔ابن کثیر نے یہ بھی لکھا کہ صمد وہ ہے جس کی طرف لوگ اپنی حاجات اور ضروریات میں رجوع کریں۔

حضرت امام حسین پاک ؓ سے صمد کے پانچ معانی نقل کئے جاتے ہیں:

وہ ذات جو دائم اور ازلی اور ابدی ہو

وہ ہستی جو نہ کھاتی ہو اور نہ پیتی ہو

وہ جو کبھی نہ سوئے

وہ جو جوف رکھتا ہی نہ ہو

وہ جو غیر سے بے نیاز ہو

اور یہ بھی منقول ہے کہ

صمد جس کا کوئی شریک نہ ہو

وہ جس سے کچھ مخفی نہ ہو

اور

وہ جو سب کی حفاظت کرے

تفسیر نمونہ اگرچہ شیعہ کی تفسیر ہے لیکن اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حوالے سے جو صمد کا مفہوم نقل کیا ہے لائق توجہ ضرور ہے۔

صمد کی تاویل یہ ہے کہ وہ

نہ اسم ہے اور نہ جسم ہے

نہ اس کا کوئی مثل ہے نہ

نظیر ہے نہ صورت ہے نہ تمثال

ہے نہ حد ہے نہ حدود ہے

نہ محل ہے نہ مکان ہے

نہ حال ہے نہ یہ ہے نہ وہ ہے

نہ یہاں ہے نہ وہاں ہے

نہ پُر ہے نہ خالی ہے

نہ کھڑا ہے نہ بیٹھا ہے

نہ ساکن ہے نہ متحرک ہے

نہ ظلماتی ہے نہ نورانی ہے

نہ نفسانی اس کے باوجود

کوئی جگہ اس سے خالی نہیں

اور کسی مکان میں اس کی کوئی

گنجائش نہیں نہ وہ رنگ

رکھتا ہے نہ وہ کہیں سماتا

ہے وہ ہر عیب اور نقص سے

پاک ہے۔(بحارالانوار بحوالہ نمونہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

WWW.NAFSEISLAM.COM

جو اپنی سرداری، شرافت، عظمت، حلم، علم، حکمت اور تدبر میں سب سے بڑا ہو۔ یہ صرف اللہ ہی ہے جس کا کوئی ہمسر نہیں وہ سب پر غالب ہے اور اپنی ذات میں یکتا و بے نظیر ہے صمد کا مفہوم یہی ہے۔

ابووائل شقیق نے کہا صمد وہ سردار ہے جس کی سیادت انتہا درجہ بڑھی ہوئی ہو۔ ان کے نزدیک صمد کا حقیقی مفہوم مقصود ہوگا۔

حضرت حسن بصری کے نزدیک صمد وہ ہوگا جسے خوف نہ ہو۔

اصم فرماتے تھے کہ جمیع اشیاء کا خالق صمد ہے

جو چاہے کرے وہ صمد ہے یہ حسین بن فضل کا قول ہے۔

بغوی نے اکمل ترین ہستی کا معنی نقل کیا ہے۔

جس کے اوپر کوئی نہ ہو وہ صمد ہے۔

ابی بن کعب نے کہا جس کو نہ موت آئے اور نہ اس کا کوئی وارث ہو۔

ابن کیسان نے کہا جس کی صفات غیر میں نہ آئیں۔

مقاتل صمد کا معنی بے عیب کرتے تھے۔

ابوبکر وراق کہتے تھے جس کی کیفیت دریافت کرنے سے مخلوق ناامید ہوگئی ہو وہ صمد ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے جو سب سے بے پرواہ ہو وہ صمد ہوتا ہے۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جو غالب رہے مغلوب نہ ہو وہ صمد ہے۔

ان سب اقوال کا نچوڑ یہ ہے کہ صمد ہر ایک کی ضرورت کو پورا کرنے والا اور ہر ایک سے بے نیاز ہے۔ صمدیت صرف اللہ ہی کو سزاوار ہے۔

لَمْ يَلِدْ ۙ

''اس نے کسی کو جنم نہیں دیا''

یہ جملہ دراصل احدیت اور صمدیت ہی کی تشریح ہے، اس لئے کہ بیٹے باپ کے ہم جنس ہوتے ہیں، اگر اللہ کے لئے اولاد ثابت ہوتی تو ''احدیت'' کی صفت کا معنی کیا ہوتا۔ احد وہی ہوگا جس کی کوئی اولاد نہ ہوگی اور صمد بھی وہی ہوگا جس نے کسی اولاد کو جنم نہ دیا ہوگا، اس لئے کہ اس صورت میں دونوں صمد ہوتے ہیں جو ممکن نہیں، پس نفی ہوگئی اس بات کی جو فرشتوں کو بیٹیاں کہتے ہیں وہ بھی غلط ہیں اور جو عزیر اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کے بیٹے قرار دیتے ہیں وہ بھی غلط ہیں۔ بیٹا اور باپ ہونا حدوث کی علامت ہے جو پالنہار ہے۔ لم یزل ہے اور لا یزال ہونا اس کی صفت ہے احد، صمد وہی ہے وہ کس طرح اولاد رکھ سکتا ہے۔ آیت نے باطل تصورات کو مٹا کر رکھ دیا۔

وَلَمْ يُوْلَدْ ۝

''اور اسے کسی نے جنا نہیں''

''تولد'' ایک وسیع معنی رکھتا ہے، اللہ اس تصور سے بھی بالاتر ہے کہ وہ کسی مادی چیز سے متولد ہو بلکہ خروج و تولد کی ہر نسبت سے وہ ذات منزہ ہے۔ رسول معظم کا میلاد منانے کی حکمت بھی یہی ہے کہ عقیدہ توحید نکھر کر لوگوں کے سامنے آجائے کہ خدا وہی ہے جس کا توالد، تولد اور میلاد کچھ بھی نہ ہو۔ وہ جس کا میلاد ہو وہ خدا یا خدا کا شریک ہرگز نہیں ہوسکتا اس لئے چاہئے کہ پیغمبر علیہ السلام کا میلاد کثرت سے منایا جائے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

''اور نہ اس کا کوئی ایک بھی ہم پلہ اور جوڑ ہوسکتا ہے''

اللہ تعالیٰ اس سے بھی پاک ہے کہ کوئی اس کی کفو، ہمسر، مثل اور کنبہ وقبیلہ ہو۔ ممکن ہے کہ کفو سے مراد فی النکاح ہو، مفہوم یہ ہے کہ اس کی اولاد کیسے ممکن ہے اس کی کوئی زوجہ ہی نہیں۔ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ کفو کو عموم پر رکھ کر مراد یہ لی جائے کہ نہ اس کا کوئی ہم مثل ہے اور نہ ہی اس کا کوئی مشابہ ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ سورہ اخلاص کی ہر آیت پہلی آیت کی تفسیر اور وضاحت ہے۔ مثلاً اگر کوئی پوچھے کہ ''ھو'' کون ہے جواب ہے ''اللہ احد''، اور اگر کوئی کہے کہ ''احد'' کون ہے جواب ہے ''صمد'' اور اگر کوئی سوال کرے ''صمد'' کون ہے، قرآن مجید جواب دیتا ہے ''لم یلد و لم یولد'' اور اگر صفحۂ دل پر سوال ابھرے ''لم یلد و لم یولد'' کون ہے قرآن مجید کہتا ہے ''لم یکن له کفوا احد''۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ شرک کبھی عدد میں ہوتا ہے احد کہہ کر اس کی نفی کی گئی اور کبھی مقام،

WWW.NAFSEISLAM.COM

مرتبہ اور منصب میں شرک ہوتا ہے، صمد کہہ کر اس کی تردید کردی گئی اور کبھی شرک کا دعویٰ نسب میں کیا جاتا ہے۔ **لم یلد و لم یولد** کہہ کر اس کا بطلان کردیا گیا اور کبھی فعلیت اور تاثیر شئی میں شرک کیا جاتا ہے۔ "**لم یکن له کفوا احد**" سے اس کی بھی نفی کردی گئی۔

حاشیہ سورہ اخلاص

قاشانی کہتے ہیں کہ صوفیہ کے نزدیک ذاتِ الٰہیہ من حیث ہی کا اسم ہے۔ عبداللہ وہ بندہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے جمیع اسماء سے متجلی ہو۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی دوسرا مقام نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نام صرف حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

و انه لما قام عبد الله یدعوه (القرآن)

یہ بھی قاشانی نے لکھا کہ احد میں کثرت کا اعتبار نہیں ہوتا جبکہ واحد میں کثرت صفات کا اعتبار ہوتا ہے۔ نتیجہ اس کلام کا یہ ہوگا کہ "**عبد الاحد**" وہ ہوگا جو وحید الوقت ہو اور قطبیت کبریٰ اسی کو نصیب ہوسکے گی جبکہ عبدالواحد وہ ہوگا جس پر اللہ جمیع اسماء کی احدیت ظاہر فرمادے۔ (روح البیان)

سیر الی اللہ کے تین مقامات:

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ اخلاص کی تفسیر میں سائرین الی اللہ کے مقام کی طرف اشارہ فرمایا:

(۱) مقربین

وہ جنہوں نے ماہیات الاشیاء کو من حیث حیث دیکھا اور اللہ کے سوا کسی کو موجود نہ جانا۔

(۲) مقام اصحاب الیمین

وہ مقام اول سے مرتبہ میں کم ہیں اس لئے کہ وہ حق کو موجود کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں اور مخلوق کو بھی موجود پاتے ہیں۔

(۳) اصحاب الشمال

یہ لوگ واجب الوجود ایک نہیں مانتے یہ جنس مرتبہ کے لوگ ہیں۔

(روح البیان، مواہب الرحمٰن، روح المعانی، تفسیر جامع البیان)

☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

اجر کے اعتبار سے اچھی نیت عمل صالح کی طرح ہے

مفتی محمد صدیق ہزاروی

عن سعيد الطائی ابی البختری انه قال حدثنی ابو کبشه الانماری نه سمع رسول الله ﷺ یقول ثلاث اقسم علیهن واحدثکم حدیثا فاحفظوه قال ما نقص مال عبد من صدقة و لا ظلم عبد مظلمة صبر علیها الازادة الله عزا ولا فتح عبد باب المسئله الا فتح الله علیه باب فقراو کلمة نحوها واحدثکم حدیثا فاحفظوه فقال انما الدنیا لاربعة نضر عبد رزقه الله مالا و علما فهو یتقی ربه فیه ویصل به رهمه و یعلم الله فیه حقا فهذ ما فضل المنازل و عبد رزقه الله علما ولم یرزقه مالا فهو صادق النیة یقول لو ان لی مالا لعملت یعمل فلان فهو بنیة فاجرهما سواء و عبد رزقه الله ما لا و لم یرزقه علما یخبط فی ماله بغیر علم لایتقی فیه ربه ولا یصل فیه رحمه ولا یعلم الله فیه حقا فهو باخبث المنازل و عبدلم یرزقه الله مالا و علما فهو یقول لو ان لی مالا لعملت فیه لعمل فلان فهو بنیة فوزرهما سواء

____هذا حدیث صحیح (جامع ترمذی جلد۲،ص ۵۶،ابواب الزہد)

حضرت سعید الطائی ابوالبختری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھے سے حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہے جن پر میں قسم کھاتا ہوں اور تم سے حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھو آپ نے فرمایا صدقہ دینے سے بندے کا مال کم نہیں ہوتا، اور جب کسی بندے پر زیادتی کی جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو بڑھاتا ہے اور کوئی شخص سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر (محتاجی) کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

اور فرمایا میں تم سے ایک اور حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد کرو دنیا میں چار قسم کے لوگ ہیں ایک وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم عطا کیا اور وہ اس میں اپنے رب سے ڈرتا ہے اور اس کے ذریعے صلہ رحمی کرتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو جانتا ہے اس کا مقام سب سے زیادہ فضیلت والا ہے۔

دوسراوہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا لیکن مال عطا نہ فرمایا اور وہ سخت نیت والا ہے وہ کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں شخص کی طرح عمل کرتا تو اس کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملے گا اور ان دونوں کا اجر برابر ہوگا۔

تیسرا شخص وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور علم حمت نہیں وہ اپنے مال کو علم کے بغیر اپنی خواہش کے مطابق (گناہ کے خانوں میں) خرچ کرتا ہے اس میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا نہ اس کے ذریعے صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو جانتا ہے تو وہ بدترین مقام میں ہے۔

اور چوتھا آدمی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا نہ علم اور وہ کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں شخص کی طرح عمل کرتا تو اس کو بھی اس کی نیت کا پھل ملے گا اور ان دونوں کا گناہ برابر ہے۔

رسول اکرم ﷺ رحمۃ للعلمین بن کر تشریف لائے اس لئے آپ نے اپنے ارشادات مبارکہ میں امت مسلمہ کی اصلاح اور خیر خواہی کے کسی پہلو کو کبھی بھی نظر انداز نہ فرمایا:

جس طرح علم طب سے ناواقف شخص ضرر رساں چیز کو مفید اور نفع بخش چیز کو نقصان دہ سمجھتا ہے جس کی بنیادی وجہ اس کی نگاہ کا اشیاء کے صرف ظاہر تک پہنچنا ہے۔ اس کے باطن میں کیا پنہاں ہے وہ اس سے بے خبر ہوتا ہے لیکن ایک معالج حکیم اور ڈاکٹر اس کی غلط فہمی کا ازالہ کر کے اشیاء کی خاصیات سے اسے آگاہ کرتا ہے۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ ایک شفیق معالج کی طرح اپنی امت کو حقائق سے آگاہ فرماتے ہیں وہ کسی چیز کے ظاہر کو دیکھ کر اسے مفید سمجھ بیٹھتا ہے یا اس کے ظاہر کو دیکھ کر اسے نقصان کا باعث قرار دیتا ہے لیکن قرآن مجید اور رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کے ذریعے اس کی سوچ کا دھارا بدل دیا جاتا ہے۔

مثلاً اس حدیث کے پہلے حصے میں تین باتوں کا ذکر ہوا یعنی صدقہ۔ ظلم وزیادتی اور دست سوال دراز کرنا۔

ظاہر بین نگاہ کے مطابق صدقہ دینے سے مال کم ہوتا ہے یا کسی پر ظلم وزیادتی کرنے والا دوسرے کو ذلیل ورسوا سمجھتا ہے، لوگوں سے مانگنے والا خیال کرتا ہے کہ اس نے لوگوں سے مانگ مانگ کر ڈھیروں مال جمع کر لیا ہے لیکن رسول اکرم ﷺ نے بتایا کہ تمہاری سوچ غلط ہے صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے یعنی اس میں برکت پیدا ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں اس بات کو یوں بیان فرمایا گیا:

و یمحق الله الربا و یربی الصدقات (سورہ بقرہ: آیت ۲۷۶)

''اور اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے''

مطلب یہ ہے کہ سود کا لین دین کرنے والا اگرچہ بظاہر سودی کاروبار کے ذریعے دولت کے انبار لگا لیتے ہیں لیکن وہ مال بے برکت ہوتا ہے جبکہ صدقات کی صورت میں بظاہر مال ہوتا نظر آتا ہے لیکن برکت کی وجہ سے وہ بڑھ جاتا ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سود خور بے بس اور مجبور لوگوں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر دعاؤں کی بجائے بددعا کا مستحق ہوجاتا ہے اور جس شخص کی مجبوری سے اس نے ناجائز فائدہ اٹھایا اس پر ظلم کا بازار گرم کیا لیکن وہ برکت سے محروم ہوجاتا ہے۔

لیکن صدقہ دینے والا مجبور اور بے کس لوگوں کی مدد کرتا ہے ان کی مشکلات کو دور کرتا ہے اس لئے جہاں وہ اپنے رب اور اپنے پیارے آقا ﷺ کی رضاجوئی کا مستحق ہوتا ہے وہاں وہ معاشرے کے محروم طبقے کی دعاؤں کو بھی سمیٹتا ہے اس لئے اس کے مال میں برکت پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح کسی پر ظلم کرنے والا تکبر اور غرور کے نشہ میں اپنے آپ کو معزز اور مظلوم کو ذلیل ورسوا سمجھتا ہے لیکن رسول اکرم ﷺ نے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے ہی عزت دیتا ہے کیونکہ اس نے اپنے رب کی نافرمانی نہیں کی اور نہ ہی ظالم سے بدلہ لینے کی کوشش کی بلکہ صبر کے دامن کو پکڑے رکھا اس لئے اسے بارگاہ خداوندی سے عزت نصیب ہوتی ہے اسی طرح ظاہر میں مانگنے والا اپنے مال کو بڑھاتا ہے لیکن چونکہ وہ شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی کر رہا ہے لہٰذا اسے اللہ تعالیٰ مزید محتاج بنا دیتا ہے اور اس سے بڑھ کر محتاجی کیا ہوگی کہ وہ بار بار مانگتا ہے اور مانگنے کی لذت سے سرشار ہوکر ذلت ونکبت کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔

اس حدیث سے ہمیں جہاں اس بات کی تعلیم حاصل ہوئی کہ صدقہ اور خیرات کرتے رہنا چاہیئے کسی پر ظلم وزیادتی نہ کی جائے اور دوسروں کے سامنے دست سوال دراز نہ کیا جائے وہاں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ انبیاء کرام اور رسل عظام کا وجود مسعود انسانیت کے لئے کس قدر ضروری ہے کیونکہ محض عقل کے بل بوتے پر کامیابی کی شاہراہ پر گامزن ہونا ناممکن ہے۔رسالت وہ نور ہے جس کی روشنی میں عقل درست فیصلے کرنے کے قابل ہوتی ہے۔

دوسری حدیث کا بنیادی درس دو باتوں پر مشتمل ہے۔پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دولت خرچ کرنا بہت بڑی سعادت ہے لیکن اس بات کی رہنمائی علم سے حاصل ہوتی ہے۔چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ علم اور مال عطا کرتا ہے وہ اپنے مال کو صلہ رحمی یعنی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور حقوق اللہ کی ادائیگی میں خرچ کرتا ہے لیکن جس شخص کو مال حاصل ہوتا ہے لیکن اس کے پاس علم نہیں ہوتا وہ اپنی خواہشات کے مطابق جہاں چاہتا ہے مال خرچ کرتا ہے۔چاہے وہ گناہ کے کام ہی ہوں۔

اس لئے اس قدر علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے جس کے ذریعے وہ عبادات کی ادائیگی کرسکے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پہچان حاصل کرسکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نیت اچھی ہو اور عمل کا موقعہ نہ مل سکے تو اللہ تعالیٰ اچھی نیت کی بدولت اچھے اعمال کا اجر عطا فرماتا ہے جیسے وہ شخص جس کے پاس علم ہے لیکن مال نہیں اور وہ اچھی نیت رکھتا ہے اور اس خواہش اور تمنا کا اظہار کرتا ہے کہ اگر اس کے پاس مال ہوتا تو وہ اچھے کاموں پر خرچ کرتا تو اسے وہی مقام ملتا ہے جو اچھے کاموں میں مال خرچ کرنے والے کو ملتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص علم اور مال دونوں سے محروم ہیں اور وہ جہاں اچھے کاموں میں مال خرچ کرنے سے محروم ہے وہاں برے کاموں پر مال خرچ کرنے سے بھی بچا ہوا ہے لیکن جب اس کی نیت میں فتور رہا اور وہ یہ تمنا کرے کہ اگر اس کے پاس مال ہوتا تو وہ بھی اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق جہاں چاہتا خرچ کرتا تو اس نیت کی وجہ سے یہ بھی اعلیٰ مرتبہ سے محروم ہوکر خبیث ترین مقام کا مستحق ہوتا ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اگر ہم دولت کی نعمت سے مالا مال ہیں تو اسے اچھے کاموں پر خرچ کریں اور اس سلسلے میں قرآن وسنت سے راہنمائی حاصل کریں اور اگر دولت حاصل نہیں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی مال کے حوالے سے نہیں کرسکتے تو ان اچھے کاموں کی تمنا ضرور کریں تاکہ اچھی نیت کی وجہ سے بارگاہ خداوندی سے اجر وثواب کے مستحق قرار پائیں۔

اس حدیث میں خاص طور پر صلہ رحمی کا ذکر کیا گیا کیونکہ مستحق رشتہ داروں پر خرچ کرنے کا دوگنا ثواب ہوتا ہے ایک تو صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔اسلام نے صلہ رحمی کو اختیار کرنے اور قطع رحمی سے بچنے پر زیادہ زور دیا ہے۔کیونکہ اگر قرابت دار ایک دوسرے کا خیال نہ رکھیں تو کسی، دوسرے سے اس کی توقع کس طرح کی جاسکتی ہے۔اس لئے رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ضرورت مند وارثوں کی موجودگی میں وصیت سے منع فرمایا یعنی کوئی شخص مرتے وقت تہائی مال کی وصیت کرسکتا ہے لیکن اگر اسکے وارث زیادہ حاجت مند ہوں تو ان کے لئے چھوڑ کر جائے تاکہ وہ دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے بچ جائیں۔

☆☆☆

علم ترجیحات

پیر غلام رسول فیروزی

الحمد الله وهوحسبی الصلوۃ السلام علی حبیب ربی واعوذ با لله من شر نفسی اما بعد

بسم الله الر حمن الر حیم

انسان دین ودنیا کے تمام معاملات میں ترجیحات قائم کئے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ وہ ایک قدم بھی اٹھاتا ہے تو کسی نہ کسی ترجیح کی بنا پر اٹھاتا ہے اور اگر کرتا ہے تو کسی نہ کسی ترجیح کی بنا پر کرتا ہے۔ یہ ایک مستقل علم ہے جسے آج تک مدون نہیں کیا گیا۔ ذیل کی سطور میں اس علم کی باقاعدہ بنیاد رکھی جارہی ہے اور یہ سب سید عالم ﷺ کی بانٹی ہوئی خیرات ہے۔

علم ترجیحات کی تعریف:

ترجیحات کا علم وہ علم ہے جو اچھائی اور برائی میں تمیز کرکے اچھائی کو ترجیح دینے یا دو اچھائیوں میں سے بڑی اچھائی کو ترجیح دینے اور دو برائیوں میں سے چھوٹی برائی کو ترجیح دینے سے بحث کرتا ہے۔

کسی بھی فن کا ماہر وہ ہے جو اس فن کے اندر زیادہ سے زیادہ ترجیحات کا ماہر ہے۔

The best in any science is the best in prefering

علم ترجیحات کا ماخذ:

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے صرف ہدایت رکھ دی ہے اور وہ اسی پر عمل پیرا ہونے کے مکلف ہیں، لیکن انسان کے سامنے ہدایت اور گمراہی دونوں رکھ دی گئی ہیں اور اسے ہدایت کو ترجیح دینے کا مکلف ٹھہرایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

انا هدینه السبیل اما شاکراً و اما کفوراً

ہم نے انسان کو ہدایت کا راستہ دکھادیا ہے اب خواہ ہدایت کو اختیار کرے یا گمراہی کو (دہر:۳)

حدیث معاذ بن جبل ﷺ وغیرہ سے ثابت ہے اور پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ تلاش حق میں سب سے زیادہ ترجیح قرآن کو حاصل ہے، پھر حدیث کو، پھر اجماع اُمت کو اور پھر قیاس کو۔ جو شخص ان ترجیحات سے بے خبر ہوگا، عین ممکن ہے وہ قرآن وحدیث کے مقابلے پر قیاس کرتا پھرے۔

مختلف معاملات میں ترجیحات:

۱۔ ذاتی ترجیحات:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انالنفسک علیک حق کہ ''تیری جان کا بھی تجھ پر حق ہے''، لہٰذا کثرت مجاہدہ اور اپنی صحت میں حسب ضرورت ترجیحات کا جاننا ضروری ہے۔ روزمرہ کے معاملات مثلاً طعام، آرام، کام اور دوستوں سے ملاقات میں ترجیحات معلوم ہونی چاہئیں کہ کس وقت میں کون سا کام کرنا چاہیئے۔

وہ شخص اپنی ذاتی زندگی میں سخت ناکام ہے جس کے پاس اپنا نظام اوقات (Time Table) مقرر نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے اوقات کا ایک حصہ عبادت کے لیے دوسرا حصہ گھر والوں کے لئے اور ایک حصہ اپنی ذات کے لئے مقرر فرمارکھا تھا۔ پھر اس ذاتی حصے میں سے آدھا وقت لوگوں کی حاجت روائی کے لئے مقرر فرمارکھا تھا، لوگ ایک ایک، دو دو اور کئی کئی حاجات لے کر حاضر ہوتے تھے۔ (شمائل ترمذی:۲۴)

اس کے علاوہ اچھائی اور برائی میں تمیز کا جاننا بھی سخت ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کو جب دو کاموں میں سے ایک کام کا اختیار ملتا تو آپ آسان کام کو اختیار فرماتے۔ بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ (شمائل ترمذی:۲۵)

حضرت امام جعفر صادق قدس سرہ نے اپنے شاگرد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ سے پوچھا کہ دانش مند کون ہے؟ انہوں نے کہا دانش مند وہ ہے جو اچھائی اور برائی میں تمیز کر سکے۔

آپ نے فرمایا اتنی بات تو جانوروں کو بھی معلوم ہوتی ہے جب کوئی شخص کتے کو تنگ کرتا ہے تو وہ اسے کاٹتا ہے اور جب کوئی اسے روٹی کھلائے تو اس سے مانوس ہو جاتا ہے۔ دانش مند تو وہ ہے جو دو اچھائیوں میں سے بڑی اچھائی کو اور دو برائیوں میں سے مصلحتاً چھوٹی برائی کو ترجیح دے سکے۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ:۴)

انسان کی ایک کمزوری یہ ہے کہ جلد ہاتھ آنے والی چیز کو دیر سے ملنے والی چیز پر ترجیح دیتا ہے۔ (کلا بن تحبون العاجلة و تذرون الاخرة) جو شخص اپنی اس کمزوری کو تاڑ لے اور اس کا علاج کرلے وہی دور اندیش، حلیم اور مدبر شخص ہے۔

انسان کی ایک کمزوری یہ بھی ہے کہ وہ دوسروں کی قیمتی بات پر اپنی فضول بات کو ترجیح دیتا ہے۔ اس ترجیح کا تعلق اخلاقیات کے ساتھ ہے۔

۲۔معاشرتی ترجیحات:

ان ترجیحات کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔عام مخلوق پر انسان کو ترجیح حاصل ہے۔عام انسان پر مسلمان کو ترجیح حاصل ہے۔عام مسلمان پر رشتہ دار کو ترجیح حاصل ہے اور عام رشتہ دار پر قریبی رشتہ دار کو ترجیح حاصل ہے۔

انسانی حقوق کے نام پر کی جانے والی کوششیں دراصل کفر اور اسلام کا امتیاز ختم کرنے کی ناپاک سازش ہے، نیز مسلم ممالک میں غیر مسلموں کو پروان چڑھانے کی یہ ایک منصوبہ بندی ہے۔انسانی حقوق کے ٹھیکیداروں کو مشرقی تیمور میں انسانی حقوق کی پامالی صرف ایک ہفتے میں نظر آنے لگی تھی، اس لئے کہ وہ عیسائی اکثریت کا علاقہ ہے، لیکن انھیں کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی آج ساٹھ سال تک نظر نہیں آئی، اس لئے کہ یہ اہل اسلام کی آزادی کا مسئلہ ہے،لہٰذا انسانی حقوق کے مکارنعروں کے خلاف ہمارا نہایت چست وچالاک ہونا اشد ضرورت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انزلو ا الناس منا زلھم (مشکوٰۃ صفحہ:۴۲۴) کہ لوگوں سے ان کے مرتبے کے مطابق پیش آؤ،لہٰذا انسانوں میں باہمی ترجیحات کا جاننا ضروری ہوا۔انسانی حقوق کے نام پر کھچڑی پکا کر بیٹھ جانا محض غلط ہے۔

انسانوں میں حسن سلوک کی سب سے زیادہ حق دار ماں ہے۔نبی کریم ﷺ سے کسی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ مجھ پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا تیری ماں کا، پھر تیری ماں کا، پھر بھی تیری ماں کا اور پھر تیرے باپ کا اور پھر اس سے دور والا اور پھر اس سے بھی دور والا رشتہ دار (بخاری، مسلم)

ان حدیثوں میں نبی کریم ﷺ نے علم ترجیحات کی زبردست خیرات بانٹی ہے۔اس کے علاوہ فرد اور معاشرے کے مفاد میں ترجیحات ذاتی اور دوسرے کے مفاد میں ترجیحات کا جاننا ضروری ہے۔فرد کے مفاد پر معاشرے کے مفاد کو ترجیح حاصل ہے اور اپنے چھوٹے مفاد پر دوسروں کے بڑے مفاد کو ترجیح حاصل ہے، اور اگر اپنا ذاتی مفاد دوسروں کے مفاد کے مقابلے پر بڑا ہو تو بلاشبہ ذاتی مفاد کو ترجیح دینا درست ہے۔لیکن ایثار اور قربانی کی شریعت نے حوصلہ افزائی کی ہے۔(یو ثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ)

یہ ترجیح جاننا بھی ضروری ہے کہ کس صورتحال میں مختلف افراد سے کس قسم کا معاملہ کرنا ہے۔مثلاً کسی کی اولاد کے سامنے پردہ پوشی کی جائے جبکہ اس کے والدین کے سامنے اس کی غلطی پر اسے صاف صاف ٹوک دیا جائے۔

جو شخص ان ترجیحات کو نہیں سمجھتا وہ غیر تمدنی اور غیر معاشرتی (Antisocial) انسان ہے اور اس کے بارے میں بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اسے تمیز نہیں۔

۳۔تعلیمی ترجیحات:

تعلیمی میدان میں سب سے پہلے علم اور جہالت میں تمیز کر کے ان میں سے علم کو ترجیح دینا ضروری ہے۔یاد رکھئے کہ کتابوں میں لکھ دی جانے والی ہر چیز کا نام علم نہیں کتنے ہی اہل علم ایسے موجود ہیں جنہوں نے کتاب کا علم ایک لفظ تک نہیں پڑھا اور کتنے ہی ایسے جاہل موجود ہیں جنہوں نے کتابوں کے ڈھیر چاٹ لیئے ہیں علم سمجھی جانے والی ہر وہ بات جو بندے کو اس کے رب سے دور لے جائے وہ دراصل جہالت ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ان من العلم جھلاً (مشکوٰۃ صفحہ:۴۱۰)

کہ بعض علم بھی عین جہالت ہوتے ہیں۔آج کے دور میں اسلامی موضوع پر MA/ Phd غلط فہمی کا دوسرا نام ہے جب تک مکمل اسلامی تعلیمات حاصل نہ کی جائیں یہ صرف شتر بے مہار بنانے کا آلہ کار ہیں۔

اس کے علاوہ غیر مسلموں کے مشنری سکولوں میں مسلمان بچوں کو تعلیم دلانا سراسر غلط ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ علم، دین ہے۔خوب غور کر لیا کرو کہ تم اپنا دین کس شخص سے سیکھ رہے ہو۔(مسلم، مشکوٰۃ صفحہ:۳۷)

لہٰذا ماں باپ کے لئے ضروری ہے کہ اپنے بچوں کے لئے مناسب علوم اور مناسب تعلیمی اداروں کو ترجیح دیا کریں ہمارے ملک پر حکومت کرنے والوں کی اکثریت عیسائی مشنری سکولوں اور آکسفورڈ امریکہ سے پڑھ کر آتی ہے۔یہی فساد کی جڑ ہے۔

اس کے بعد نصابی ترجیحات کا نمبر آتا ہے۔نصاب بنانے والوں کے لئے ضروری ہے کہ ان میں اس کام کی کامل صلاحیت موجود ہو ورنہ فضلو و اضلو (بخاری) وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔نصاب تشکیل دینے کے لئے بچوں کی صلاحیت اور حالات کے تقاضوں کے درمیان توازن کا قائم رکھنا ضروری ہے۔خوش بخت ہے وہ معلم، جس نے اس مذکورہ گراف کو مدنظر رکھتے ہوئے نصابی ترجیحات اختیار کرلیں۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نااہل کے سامنے علم کی بات رکھنا ایسا ہی ہے جیسے خنزیر کے گلے میں موتیوں اور سونے کا ہار

WWW.NAFSEISLAM.COM

ڈال دیا جائے (ابن ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ ۳۴)

بنیادی تعلیم کے بعد پیشہ ورانہ تعلیم اور اپنی ذہنی استعداد کے مطابق مضامین کے انتخاب میں ترجیحات کا جاننا ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔

عقائد و نظریات کے میدان میں صحیح عقیدے کو ترجیح دے کر اسے اختیار کرنا ضروری ہے۔ اللہ کی توحید، نبی کریم ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت کا عقیدہ، صحیح عقیدہ ہے، اب آپ ہر اس چیز کو مانتے چلے جایئے جس کی خبر نبی کریم ﷺ نے دی ہو۔ علم حدیث کے باب میں خبر واحد پر مشہور کو اور مشہور پر متواتر کو ترجیح حاصل ہے۔ ضعیف پر حسن کو اور حسن پر صحیح کو ترجیح حاصل ہے مقطوع پر موقوف کو اور موقوف پر مرفوع کو ترجیح حاصل ہے۔

فقہ میں مباح پر مستحب کو، مستحب پر سنت کو، سنت پر واجب کو واجب پر فرض کو ترجیح حاصل ہے، کتب فقہ میں سے متون کو شروح پر اور شروح کو فتاویٰ جات پر ترجیح حاصل ہے۔

قیاس کرنے کے لئے علم کی ترجیحات کی بنا پر ہی مناسب ترین مقیس علیہ کا انتخاب ممکن ہے۔ امامت کے حقدار کی ترجیح، قضا شدہ نمازوں کی ادائیگی میں ترتیب کا لحاظ، امر و نہی کے لئے مختلف حالات میں مناسب لائحہ عمل، حلال اور حرام میں ترجیح، زکوٰۃ اور عفو کی تقسیم میں ترجیحات، تقسیم میراث میں ترجیحات اور اختلافی مسائل میں ترجیحات، علم ترجیحات کے شاہکار موضوعات ہیں۔

۴۔ معاشی ترجیحات:

معاشی میدان میں انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ بنیادی ضرورت اور سہولیات میں تمیز کرے اور ان میں باہم ترجیحات قائم کرے۔ جو لوگ ضرورت اور سہولت کا فرق نہیں سمجھتے وہ معاشی طور پر ہمیشہ مار کھاتے رہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رہنے کا مکان، پہننے کے لئے کپڑے روٹی اور پانی انسان کی بنیادی ضروریات ہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ: ۴۴۲) آج کل لوگوں نے فرج، ٹی وی، کار کوٹھی اور سوئی گیس کو اپنی بنیادی ضروریات سمجھ کر اپنے اوپر مصنوعی غربت طاری کر رکھی ہے۔ ایسے لوگ اللہ کی رضا سے منہ پھیر کر امیروں پر حسد کرتے کرتے اپنی زندگی کو عذاب بنائے رکھتے ہیں، پھر جب یہ لوگ بوکھلا کر کوئی قدم اٹھاتے ہیں تو اپنے بھوکے بچوں کے لئے آٹا اور سبزی خرید کر لانے کی بجائے ٹی وی اٹھا کر لے آتے ہیں۔ یہ غلط ترجیح ہے۔

ایک نئی مصیبت یہ ہے کہ فرج کا ٹھنڈا پانی پی پی کر لوگوں کے معدے اور ہاضمے جواب دے رہے ہیں اور ٹی وی دیکھ دیکھ کر چھوٹے چھوٹے بچوں کی نظر خراب ہوتی جارہی ہے اور ان کے کردار پر اتنا غلط اثر پڑ رہا ہے کہ الامان۔

اس کے بعد تین وقت کی غذا اور ہر غذا کے ساتھ وافر سالن کا استعمال بھی نہ صرف مصنوعی غربت کا معاون ہے بلکہ اس سے بھی لوگوں کے معدے مسلسل مشقت میں مبتلا رہ کر امراض کی آماجگاہ بن چکے ہیں۔

ایسے لوگ اپنی غلط ترجیحات کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اپنا کنبہ چھوٹا رکھنے کے لئے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنے لگتے ہیں تو تقدیر کے ہاتھوں مزید رسوائی سے دوچار ہو جاتے ہیں، اول تو ان کی یہ تدابیر کچھ کام ہی نہیں کرتیں اور اگر کام کرتی بھی ہیں تو خواتین کی صحت پر اس کا اتنا برا اثر پڑتا ہے کہ زندگی اجیرن ہو کر رہ جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ ایک فطری عمل کا راستہ روکنے کا یہی انجام ہونا چاہیئے۔ میں یہ بات صرف ناسمجھی کی بناء پر یا الزام کے طور پر نہیں کہہ رہا بلکہ بے شمار لوگ مجھے اپنی زبان سے داستان ظلم و ستم سنا چکے ہیں، اور اپنے بگڑے ہوئے کیس (case) کے علاج کے لئے مجھ سے رجوع کر چکے ہیں، لہٰذا اب جو اس بات کو تسلیم نہیں کرتا وہ خود ضدی اور ہٹ دھرم ہے۔ ہاں اگر ایک آدھ کیس کامیاب بھی ہو چکا ہو تو اسے سو فیصد کامیابی نہیں کہہ سکتے۔ اگر کوئی شخص زہر کھا کر بچ رہا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ زہر کھانا درست ہے۔

سہولیات پر ضروریات کو ترجیح دینے کے بعد ضروریات میں سے بھی زیادہ اہم ضرورت کو ترجیح دینا ضروری ہے۔ مثلاً ایک آدمی کے گھر میں آٹا اور سبزی موجود نہیں جبکہ رقم صرف ایک چیز خریدنے کی موجود ہے تو یقیناً وہ آٹے کو ہی ترجیح دے گا۔

فضول خرچی اور کنجوسی کے درمیان اعتدال کو ترجیح دینا بھی ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خرچ میں میانہ روی آدھی معاشیات ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ: ۴۳۰)

بازار میں شاپنگ محض نام ہی ترجیحات کا ہے۔ بازاری قیمت اور اپنی جیب کے درمیان توازن کو قائم رکھتے ہوئے ہر انسان خریداری کرتا ہے۔

اس کے علاوہ اپنے ذہنی رجحان اور سرمائے کو ملحوظ رکھتے ہوئے انسان مختلف پیشوں میں سے کسی ایک پیشے کو ترجیح دیتا ہے اور یہ ترجیح بڑی اہم ترجیح ہے۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات مجھ پر واضح ہوئی ہے کہ کاروبار ہمیشہ چھوٹے پیمانے پر شروع کرنا چاہیے۔ آج لوگوں کو سند اور ڈگری کا غرور یا خاندانی وجاہت چھوٹا کاروبار کرنے سے روک رہی ہے۔ نکتے کی بات یہ ہے کہ ہر کاروبار شروع شروع میں انسان کو

WWW.NAFSEISLAM.COM

امتحان میں ڈال دیتا ہے، کم بکری اور مارکیٹ مقابلہ اکثر آڑے آتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر اکثر لوگ بوکھلا جاتے ہیں اور فوراً اپنا کاروبار تبدیل کر دیتے ہیں حالانکہ یہی وہ موڑ تھا جس کے بعد کامیابی کے آثار نمایاں ہونا تھے۔ کسی دوسرے کاروبار نے بھی اسی موڑ پر پہنچ کر یہی تماشا دکھانا ہوتا ہے۔ اس طرح غیر مستقل مزاج اور جلد باز انسان ہر نئے کاروبار کو ترجیح دے کر نقصان پر نقصان اٹھاتا چلا جاتا ہے، کاروبار کے اندر اندر تبدیلی لانی چاہیئے ۔مکمل کاروبار ہرگز نہیں بدلنا چاہیئے ۔خلاصہ یہ ہوا کہ ہمیشہ چھوٹا کاروبار شروع کریں اور پھر اس کاروبار کو کبھی تبدیل نہ کریں۔ بالآخر فتح آپ کو ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا من رزق بشئی فلیلز مہ کہ ’’ جسے جس چیز سے رزق ملے اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھے۔‘‘

امیر بن کر بے چین رہنے کی بجائے رزق گزارا حاصل کر کے سکھ کی نیند کو ترجیح دینا سیکھیئے ۔یہی معاشرتی ترقی ہے۔

۵۔سیاسی ترجیحات:

حکمران کا امتحان بھی محض ایک ترجیح کا نام ہے۔ حکمران کا اپنی رعایا سے معاملہ کرنا بھی اس کی سیاسی اور معاملاتی ترجیحات ہیں۔ حاکم کی معاشی تدابیر اور سیاسی اصلاحات کی کامیابی کا راز بہتر ترجیحات میں پوشیدہ ہے۔

کون سا کام کس شخص کی ذمہ داری ہے؟ کسی بھی قوم کی ترقی میں اس ترجیح کا بہت بڑا دخل ہے۔ کسی بھی قوم کی بربادی عین اس وقت شروع ہو جاتی ہے جب نااہل افراد کو اہل عہدوں پر فائز کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً عورت سے حکمرانی کرانا، چور کو جج بنانا، جاہل کو وزیر قانون بنا دینا غلط ترجیحات ہیں۔ قاعدہ ہے کہ لکل فن رجال یعنی ہر فن کے لئے خاص ماہرین ہوتے ہیں۔

آج کل ’’نوجوان نسل‘‘ کی اصطلاح کافی عروج پر ہے۔ نوجوانوں کو آگے لانے اور سامنے لانے کے الفاظ عام طور پر سننے میں آتے ہیں۔ ہمارے ذرائع ابلاغ پر اس بات کا پرچار زور و شور سے جاری ہے۔ یاد رکھیئے! یہ بہت بڑی خطا اور سراسر غلط ترجیح ہے ۔نوجوان، ناتجربہ کار ہوتا ہے اور وہ آگے لگنے کے قابل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے اپنے بزرگوں کی پیروی اور تجربہ کاروں کے تجربات سے سبق حاصل کرتے رہنا ضروری ہوتا ہے۔

جو لوگ چالیس سال کی عمر سے پہلے پہلے لیڈر شپ اختیار کر لیتے ہیں وہ تجربہ کار اور صید آزمودہ نہ ہونے کی وجہ سے خود بھی خوار ہوتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی خوار کرتے ہیں بعد میں حق واضح ہو جانے کے بعد انہیں آئے دن پینترے بدلنا پڑتے ہیں اور قلابازیاں کھانا پڑتی ہیں۔ اب وہ بے چارے کسی کو اپنی پریشانی بتا بھی نہیں سکتے۔

ایاک والامر الذی ان توسعت
موارده ضاقت علیک مصادر

ایسے کام سے بچ جس میں داخل ہونا آسان اور نکلنا مشکل ہو۔

اُمت کا حکیم بننے کے لئے تجربہ کی ضرورت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لا حلیم الا ذو عثرۃ ولا حکیم الا ذو تجربہ (مشکوۃ) کہ ٹھوکریں کھائے بغیر حلم نہیں آتا اور تجربہ کے بغیر کوئی حکیم نہیں بن سکتا۔

بخدا میں نے اقتدائے رفتگاں کو ہی محفوظ تر پایا ہے۔ کسی کی جتنی زیادہ عمر ہے۔ میرے لئے وہ اتنا ہی قابل احترام ہے اور صحبت میں بیٹھنے کے لائق ہے۔

سیاست کے میدان میں ان تمام ترجیحات کا تعلق تدبیر اور حکمت عملی سے ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لا عقل کا لتدبیر (مشکوۃ صفحہ: ۴۳۰) کہ تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں۔

۶۔روحانی ترجیحات:

یعنی مسائل طریقت میں ترجیحات:

اس کا تعلق دین اور دنیا میں ترجیحات، عقل اور نقل میں ترجیحات، سائنس اور مذہب میں ترجیحات وغیرہ سے ہے۔

مرشد پکڑنے سے پہلے مرشد کامل کے اوصاف کا جاننا ضروری ہے تاکہ کامل کو ناقص پر ترجیح دی جا سکے۔ مرشد میں چار اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے۔ (۱) اس کا عقیدہ صحیح ہو، (۲) وہ عالم ہو، (۳) اسے اس کے مرشد نے اجازت دی ہو اور (۴) اس کا سلسلہ جوڑا ہوا ہو۔

باقی رہے لمبے لمبے چلے، بڑی بڑی تسبیحات اور شعبدے بازیاں، تو یہ کسی کے کمال کی حتمی علامت نہیں بلکہ یہ سارے کام ہندو اور جوگی بھی کر سکتے ہیں۔ یہ سب راہ وصول کی چیزیں ہیں جبکہ راہ قبول کا انحصار اتباع سنت پر ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کی خدمت میں کچھ دنوں تک رہا بالآخر اس نے اجازت چاہی۔آپ نے پوچھا کہ کس مقصد کے لئے آئے تھے۔اس نے کہا حضرت آپ کی بڑی شہرت سنی تھی مگر کئی روز تک آپ کے پاس ٹھہرنے کے باوجود کوئی کرامت دیکھنے میں نہیں آئی۔آپ نے فرمایا تم نے میرا کوئی کام خلاف سنت دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقکم "تم میں سے سب سے زیادہ کرامت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"

بیعت کر لینے کے بعد مرید کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مرشد کو پوری دنیا پر ترجیح دے۔صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنی جانوں سے بھی زیادہ نبی کریم ﷺ سے محبت کرتے تھے۔ارشاد خداوندی ہے۔النبی اولیٰ با لمو منیین من انفسھم (الاحزاب:۶:۳۳) کہ نبی مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ حق دار ہے۔

اس آیت میں صاف طور پر نبی کریم ﷺ کو مومنوں کی جان پر ترجیح دی گئی ہے اول بمعنی حق ہو یا اولیٰ بمعنی اقرب، بہر حال ترجیح نبی کریم ﷺ کو ہی حاصل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی اولاد، ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔(بخاری ومسلم) اس حدیث شریف میں بھی دنیا کے تمام افراد پر نبی کریم ﷺ کی ترجیح مذکور ہے۔

مرید کے لئے بھی ضروری ہے کہ اپنے لئے اپنے مرشد سے بڑھ کر کسی کو اپنے زمانہ میں فائدہ مند نہ سمجھے۔

زلفاں دے چھلے وے چھلے
سارا جگ بہوں سوہنا
میرے ماہیے توں تھلے تھلے

جو مرید اس ترجیح کو اچھی طرح نہیں سمجھا اس کے لئے دیگر مشائخ کی صحبت زہر قاتل ہے۔اگر اس نے وقت کے غوث کو بھی اپنے مرشد پر ترجیح دے دی تو اس کی لائن کٹ جائے گی۔

ایک مرتبہ حضرت سید سلیمان تونسوی قدس سرہ فصوص الحکم کا درس دے رہے تھے۔آپ کی محفل میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تشریف لے آئے حضرت تونسوی قدس سرہ نے مریدین سے فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں جو چاہے ان سے ملاقات کر لے۔سب لوگ بڑے شوق سے ان سے ملاقات کرنے لگے۔مگر حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ اپنے مرشد (حضرت تونسوی) کے پاس ہی بیٹھے رہے۔آپ نے فرمایا شمس الدین! آپ حضرت خضر علیہ السلام سے کیوں نہیں ملتے؟ آپ نے عرض کیا حضور میرے لئے میرا اپنا خضر ہی کافی ہے گویا حضرت سیالوی نے اپنے مرشد کو حضرت خضر علیہ السلام پر بھی ترجیح دی۔اس بات پر مرشد کامل نے حضرت سیالوی کو اتنا نوازا کہ آج ان کے فیض کے چرچے دنیا دیکھ رہی ہے۔

اس کے بعد مرشد کو دنیا کے مال ومتاع پر بھی ترجیح حاصل ہے۔حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ فخر الدین قدس سرہ کے دست اقدس پر بیعت تھے۔والد ماجد کے وصال کے بعد حضرت خواجہ فخر الدین قدس سرہ نے فرمایا فرید! ادھر آؤ۔حضرت والد صاحب کی میراث دونوں بھائی تقسیم کریں۔آپ نے عرض کیا حضور! میں آپ سے چھوٹا ہوں شفقت کا یہ تقاضا ہے کہ میراث کے دو حصے بھی میں ہی کروں اور اپنے پسند کا حصہ بھی مجھے ہی اختیار کرنے دیا جائے۔آپ نے فرمایا چلو ایسے ہی سہی۔حضرت غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے گھر کا سارا سامان، مکان اور زمین ایک طرف کر دئے اور اپنے بھائی اور مرشد حضرت خواجہ فخر الدین قدس سرہ کو دوسری طرف کھڑا کر دیا، عرض کیا۔میراث کے یہ دو حصے ہو گئے۔ایک طرف میرا مرشد اور دوسری طرف تمام اثاثہ، پھر آگے بڑھ کر اپنے مرشد کے گلے میں اپنی باہیں ڈال کر کہنے لگے۔میرے حصے میں میرا مرشد ہوا کرے۔

چشمہ فخرالدین مٹھل دیاں تن من کیتاں چور
گھول میں فخر جہاں تو جنت حور قصور

پھر مرید کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے علم اور عقل کے مقابلے پر اپنے مرشد کو ترجیح دے۔حضرت خضر علیہ السلام کی باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سمجھ میں نہ آسکیں۔پھر آج کے دور کا مرید کس شمار میں ہے۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے دو علم سیکھے ہیں۔ایک علم وہ ہے جسے میں بیان کرتا ہوں اور دوسرا علم وہ ہے کہ اگر میں اسے بیان کروں تو لوگ میری گردن کاٹ دیں۔

(بخاری جلد اول صفحہ ۲۳)

اسی لئے مشائخ علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ **العلم ھو الحجاب الا کبر** علم سب سے بڑا حجاب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو چیز سمجھ میں نہ آئے اس کا انکار نہیں کر دینا چاہیئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے **فلم تحاجو ن فیما لیس لکم به علم** (آل عمران: ٦٦) کہ تم اس بارے میں کیوں جھگڑتے ہو جو تمھاری سمجھ سے باہر ہے۔

ہر سمجھدار کی سمجھ کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ بقول حضرت شیخ اکبر قدس سرہ **رب حامل فقه لیس بفقیه بل کذبو ا مالم یحیطو بعلمه** (کتاب الفناء صفحہ ۴)

مرید کے لئے لازم ہے کہ اپنے آپ کو مردے کی طرح اپنے شیخ کے حوالے کر دے۔ مردہ اپنے غاسل کے سامنے علم و عقل کو استعمال نہیں کرتا اور نہ ہی اسے صلاح مشورہ دیا کرتا ہے۔ شیخ کا حکم مرید پر ہر حال میں نافذ ہے اور مرید کی عقل پر ترجیح رکھتا ہے۔ فقیر پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ ایک ذات خداوندی کے سوا کسی دوسری طرف متوجہ ہونا گوارہ نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ اس کے خاص الخاص رفقاء اور صدیقین بھی اس وقت درمیان میں حائل نہیں ہو سکتے۔ اسی حال کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو اپنا خلیل بناتا۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے اٹھ کر قبرستان تشریف لے گئے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پیچھے قبرستان پہنچ گئیں۔ آپ نے دیکھا کہ حضور ﷺ آسمان کی طرف چہرہ انور اٹھائے کھڑے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پاؤں مبارک کو ہاتھ لگایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کون؟ عرض کیا حضور عائشہ ہوں فرمایا کون عائشہ؟ عرض کیا حضور! ابوبکر کی بیٹی، فرمایا کون ابوبکر؟ عرض کیا حضور! ابوقحافہ کا بیٹا۔ فرمایا کون ابوقحافہ؟ حضرت عائشہ صدیقہ سمجھ گئیں کہ یہاں معاملہ کچھ اور ہے۔ آپ پیچھے ہٹ گئیں۔ بعد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے اس واقعہ کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ میرے اور اللہ کے درمیان کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی اللہ کا رسول بھی حائل نہیں ہو سکتا۔

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقیر پر ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اللہ کریم ہم مسکینوں کو بھی توحید آشنائی کا یہ منظر دیکھنا نصیب کرے۔ آمین۔

تصوف دراصل نام ہے آداب کا۔ ہر حال اور مقام کا ایک الگ ادب مقرر ہے فقیر نے ہر مقام پر اور ہر حال میں اسی مخصوص ادب کو ترجیح دینا ہوتی ہے۔

حضرت ابوحفص حداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف سارے کا سارا آداب ہے۔ ہر حال اور ہر مقام کا ایک ادب ہے۔ جو شخص ان آداب کو اپنے اوپر لازم کر لے وہ مردان خدا کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے اور جس نے آداب کو ضائع کر دیا وہ قرب سے دور اور قبول سے مردود ہو گیا۔ (کشف المحجوب صفحہ ٦۵)

فقیر کے لئے کشف والہام رحمانی اور شیطانی میں ترجیحات کا جاننا بھی ضروری ہے۔ جو الہام شریعت کے خلاف ہو وہ شیطانی ہے اور جو شریعت کے مطابق ہو وہ رحمانی ہے۔ نکتے کی بات یہ ہے کہ کشف والہام کا تعلق مباح چیزوں سے ہوا کرتا ہے۔ فرض سے روکنا شیطانی الہام ہے اور فرض کا حکم دینا فاضل الہام ہے۔ اس لئے کہ فرض تو پہلے ہی فرض ہے۔ یہاں سے معلوم ہونا چاہیئے کہ الہام کو پرکھنے کے لئے شریعت کے احکام اور آوامر ونواہی کو تفصیلات سے جاننا کس قدر ضروری ہے۔

شیطانی الہام میں بڑے بڑے پیچ اور باریکیاں ہوا کرتی ہیں۔ اگر کسی شخص کو الہام ہو کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دے تو یہ یقیناً شیطانی الہام ہے۔ اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب پر قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ نبی کا خواب بھی وحی ہے اور اس کا الہام بھی شیطانی دخل سے پاک اور مبراء ہے۔ جبکہ دوسروں کا یہ الہام شریعت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہے۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میرے مرشد کو یہ الہام ہوا کہ تو مسیح ہے۔ لیکن انہوں نے اس الہام کو شریعت کی روشنی میں پرکھ لیا اور شیطان کی واردات سے بچ گئے۔

نبی کریم ﷺ کے بعد آج تک نبوت ومسیحت ومحدودیت کا دعویٰ کرنے والے اس ترجیح کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مار کھا گئے۔

مشائخ علیہم الرضوان نے اس سلسلے میں بہت سے معیار مقرر فرمائے ہیں۔ مثلاً

١۔ شریعت کے مطابق الہام ہو تو یہ الہام رحمانی ہے ورنہ شیطانی ہے۔

٢۔ دائیں کان میں آواز آئے تو رحمانی اور بائیں میں آئے تو شیطانی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۳۔سب سے پہلے وارد ہونے والا خیال رحمانی ہے اور بعد میں وارد ہونے والا خیال شیطانی ہے۔
۴۔الہام کے ساتھ فرحت اور خوشی محسوس ہو تو شیطانی الہام ہے ۔(ان اللہ لا یحب الفرحین)
۵۔وہم پر ظن کو ترجیح حاصل ہے اور ظن پر قطعیت کو ترجیح حاصل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **دع ما یریبک الی مالا یریبک** (مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۲) شک سے بالاتر کو مشکوک پر ترجیح دو۔

فقراء کے اخلاق کا ایک معرکتہ الآراء پہلو، ان کی خاموشی اور گفتار ہے۔فقیر اپنے نفس کی وجہ سے بولا نہیں کرتا اور اللہ کریم سے آنے والی بات کو روکا نہیں کرتا۔ یہ ایک نہایت اہم ترجیح ہے اور جو اس سے ناواقف ہے وہ فقیر نہیں۔

۷۔طبی ترجیحات:

ان ترجیحات کا تعلق مرض کی تشخیص اور دواؤں کے انتخاب سے ہے۔مثلاً نبض اگر گہری سست اور موٹی ہے تو مرض بلغمی ہوگا اگر نبض تیز، باریک اور لمبی ہے تو مرض سوداوی ہوگا ۔اگر نبض مشرف ہے تو مرض دموی ہوگا اور اگر نبض معتدل ہے تو مرض صفراوی ہوگا۔

مفرد امراض اور مرکب امراض کی صورت میں الگ الگ دواؤں کو ترجیح دینا ضروری ہے حاد اور مزمن امراض میں بھی مختلف ادویہ کو ترجیح دی جائے گی ۔مثلاً زکام کا بہترین علاج جوشاندہ ہے۔لیکن اگر نزلہ دائمی ہو جائے تو اس کے لئے خمیرہ گاؤں زبان یا اطریفل اسطخو دوس یا اطریفل زمانی کو ترجیح دی جائے گی اور اگر بلغم میں تعفن پیدا ہو جائے تو خشک کی بجائے تر ادویہ مثلاً شربت صدر خمیرہ خشخاش، خمیرہ بادام وغیرہ کو ترجیح دی جائے گی۔

مرکب علامات کی صورت میں ایک ہی دوا کا انتخاب کر کے اسے ترجیح دی جائے گی، جو شخص ان ترجیحات پر دسترس رکھتا ہے وہی بہترین معالج ہے۔ اس کا تعلق تجربے اور مہارت سے ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **لاحکیم الا ذو تجربة** (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۹) کہ حکیم وہی ہے جس کے پاس تجربہ ہو۔

ان تمام موضوعات پر نبی کریم ﷺ کی احادیث صریحاً وارد ہے۔

اللہ اللہ حضور کی باتیں
عین رب غفور کی باتیں
چند لفظوں میں بند سمندر ہیں
میرے آقا حضور کی باتیں

واخر دعوا نا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه ونو ر عر شه سید نا ومو لینا محمد واله واصحابه اجمعین

☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

تھیاں سرسبز فریدیاں جھوکاں

حضور مفسر قرآن، پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کا

دورۂ امریکہ

رپورٹ: ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری

WWW.NAFSEISLAM.COM

دیارِ مغرب میں آ کر بس جانے والے مسلمانوں میں کچھ تو وہ ہیں جو ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد کا منظر پیش کرتے ہیں اور کچھ وہ خوش نصیب ہیں جن کی تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو بنی رہتی ہے، جنہیں اپنی شناخت کے گم ہو جانے اور اپنی نسلوں کے بے نام و نشاں ہو جانے کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ وہ اپنے دین اور وطن کی یادوں سے چراغاں کا اہتمام کئے رکھتے ہیں۔ ماہِ رمضان اور ربیع الاول وہ مبارک مہینے ہوتے ہیں جب اہلِ محبت مسلمانوں کا جوش وخروش دیدنی ہوتا ہے۔ ربیع الاول تو وہ ماہِ کریم ہے جب دلوں کے آنگنوں میں حبِ رسول کے گلاب مہکتے ہیں اور ہر طرف جشنِ بہاراں کا سماں ہوتا ہے۔ کسی اہلِ محبت کے بقول:

ربیع فی ربیع فی ربیع
ونور فوق نور فوق نور

بہار کے موسم میں بہار کے مہینے میں اس جانِ بہاراں کی آمد نورٌ علیٰ نور ہے۔ روہی کی رسیلی دھرتی کے عشق آباد کوٹ مٹھن شریف کے میٹھے منٹھار اور مدھر لہجوں کے شاعر خواجہ غلام فرید کے بیت بھی کچھ ایسا ہی بھید کھولتے ہیں۔ جب ان کی کافیوں میں ہم پڑھتے ہیں:

روہی وٹھڑی چنگھ ملہاراں
بوئے بوئے تھیاں گلزاراں

یا پھر

ساون آیا، روہی وٹھڑی، بارتھئی گلزار

تو ایسے لگتا ہے ہر سو ذکرِ رسول اور یادِ محبوب کی بہاریں کھل اٹھی ہیں۔ امریکہ میں رہتے ہوئے یوں تو مجھے دس سال ہونے کو آئے ہیں لیکن حقیقت میں دو ہی سال ہیں جنہیں میں آباد اور زندہ سال کہہ سکتا ہوں، کیونکہ ان دو سالوں میں مجھ سمیت یہاں کے لوگوں کو دلوں کی جھوکیں یادِ محبوب سے آباد کرنے والے مرشدِ کریم حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ کی نور بار نور خیز محبت پر ور سیرت ساز صحبتیں میسر آتی رہی ہیں۔

بقول خواجہ غلام فرید:

تھیاں سر سبز فرید دیاں جھوکاں
مہروں سبز تھیاں ول سوکاں
بخشیں واگ ولائی رو یار

اجنبی اور بدیسی دیاروں میں بسنے والے میرے جیسے لوگوں کی مثال ان بیلوں جیسی ہے جنہیں اصل دھرتی سے اکھاڑ کر نامانوس زمین میں گاڑ دیا گیا ہو۔ اب ان کی زندگی کی شادابی وآبادی کی ایک ہی صورت ہے کہ وطن کی ہوائیں آتی رہیں اور روحوں کی مرجھاتی بستیوں کو تازگی عطا کرتی رہیں۔ حضرت شاہ جی کا بائیس روزہ دورہ ایسا ہی حیات بخش تھا کہ ہر دن ہر رات جشن کا سماں تھا اور دلوں کی سرشاری کا یہ عالم تھا کہ جسم کا رواں رواں الاپتا تھا:

تھیاں سر سبز فرید دیاں جھوکاں

ایک ایک دن میں دو دو، تین تین، چار چار پروگرام ہوتے۔ لوگوں کی محبتوں کا یہ عالم تھا کہ ان کا اصرار ہوتا تھا کہ اگر انہیں کسی محفل کے لئے وقت نہیں مل سکتا تو قبلہ شاہ جی پانچ منٹ کے لئے بس ان کے گھروں کو گلزار بناتے دعا کرتے گزر جائیں اور پھر محبتوں، شفقتوں اور بندہ نوازیوں کے امین ہمارے شاہ جی نے بھی کسی کو محروم نہیں کیا۔ آپ کی تشریف آوری سے قبل جو پروگرام ترتیب دیا گیا تھا اس میں تو کچھ آرام کے وقفے رکھے گئے تھے لیکن لوگوں کی عقیدت اور اصرار کے سامنے منتظمین بے بس ہو گئے اور لگا تار بے شمار پروگرام رکھنے پڑے۔ بیس دنوں کے چالیس سے زیادہ خطابات کی رپورٹ مرتب کرنے بیٹھا ہوں تو سوچتا ہوں کہاں سے شروع کروں اور کہاں ختم کروں۔ علم وعرفان، آگہی و وارفتگی اور محبت و معرفت سے لبریز آپ کے روحانی خطابات کا احاطہ کرنا تو دشوار ہے۔ ہلکی ہلکی جھلکیاں قارئین دلیل راہ کی خدمت میں حاضر ہیں۔

12۔ مارچ 2009ء کی حسین خوشگوار خنک شام شاہ جی علی نوید کے ہمراہ جے ایف کے ائیر پورٹ نیویارک تشریف لائے۔ ورجینیا سے کوثر جاوید، محبوب سبحانی، عامر خان اور راقم الحروف پر مشتمل مختصر سا قافلۂ شوق دیدہ و دل فرش راہ کئے پہلے سے ائیر پورٹ پر موجود تھا۔ نیویارک سے ورجینیا تک کا سفر شاہ جی کی میٹھی میٹھی باتوں کی خوشبو میں جیسے پلک جھپکتے ہی طے ہو گیا تھا۔ تقریباً تہجد کا وقت ہو چکا تھا جب یہ قافلہ فقیر کے غریب خانے پر پہنچا۔ آتے ہی سب سے پہلے قبلہ شاہ جی نے نمازِ عشاء پڑھائی، پھر رات کا موخر شدہ کھانا کھایا گیا۔ اتنے میں فجر کی اذان کا وقت ہو گیا۔ سب نے شاہ جی کی امامت میں نماز ادا کی اور پھر مختصر سی محفلِ ذکر کے بعد حضرت شاہ صاحب آرام کے لئے اپنے

کمرے میں تشریف لے گئے۔ آج جمعۃ المبارک تھا اور حضور مفسر قرآن نے جمعۃ المبارک کی نماز انٹرنیشنل پیس مشن کے مرکز دارالسلام Peace House میں پڑھانا تھی۔ Peace House کو نئے فانوس، قمقموں اور جھنڈیوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ پیس مشن کے تمام عہدیدار پیس ہاؤس کے باہر شاہ جی کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ قبلہ شاہ جی کی تشریف آوری سے قبل ہی لوگ جوق در جوق پہنچ چکے تھے۔ آج حاضری معمول سے زیادہ تھی۔ ہال نمازیوں سے کھچا کھچ بھر چکا تھا، بلکہ جگہ کی کمی کے باعث امام صاحب کے ساتھ ہی ایک اضافی صف بنانا پڑی۔ حضرت مفسر قرآن قبلہ سید ریاض حسین شاہ نے اپنے ایمان افروز خطاب میں حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کے تبسم جاں فزا اور اپنے سے چھوٹوں پر کمال شفقتوں کا تذکرۂ جمیل آپ ﷺ کی احادیث نور کی روشنی میں فرمایا۔ آپ نے حاضرین کو مشکلات اور مصائب اور تکالیف کے بیچوں بیچ خدا پرستی اور رسول پیوستگی سے ہنستے مسکراتے زندگی گزارنے کا سبق دیا۔ آپ نے فرمایا کہ مصائب میں بے صبری، نکتہ چینی اور شکوہ گری مایوسیوں کو جنم دیتی ہے جبکہ صبر، توکل، عالی حوصلگی اور خوش نظری کامیابیوں کے باب وا کرتی ہے۔ نماز جمعہ کے فوراً بعد شاہ جی کے مخلص محب اور عقیدت مند سید منور حسین شاہ کی رہائش گاہ پر دوپہر کے کھانے کا اہتمام تھا۔ وہاں سے فراغت کے بعد فقیر کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ چائے نوش کی گئی۔ کچھ مشتاقان دید و شنید بھی حاضر مجلس تھے۔ چائے کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ جی دوستوں کی احوال پرسی بھی فرماتے گئے۔ علم و حکمت اور دانش و بصیرت کے انمول موتی بھی لٹاتے رہے۔ جسے ہر ساتھی اپنے کشکول طلب میں سمیٹتا رہا۔ مغرب کے بعد پیس مشن کے ایک ساتھی راولپنڈی کے ناصر خاں کے ہاں محفل میلاد النبی ﷺ کا اہتمام تھا۔ اسد کمال اور کوثر جاوید کی عشق انگیز نعت خوانی کے بعد شاہ صاحب نے پچاس پچپن منٹ میں سامعین کے قلوب و ارواح تک کو سیراب کر دیا۔ یہ خطاب بھی خطاب جمعہ کا ہی تسلسل تھا جس میں آپ نے حضور نبی رحمت ﷺ کی بچوں سے بے پناہ شفقت، ان کی غلطیوں سے چشم پوشی اور حوصلہ افزائی کا ذکر فرمایا اور حاضرین کو تلقین کی کہ وہ جس ذوق شوق سے محافل میلاد کا انعقاد کر رہے ہیں اس جذبہ صادقہ کو قوت تعمیر میں بدل کر اپنی نئی نسل کے اخلاق و کردار کی تشکیل کا فریضہ سرانجام دیں۔ انہیں حب خدا اور عشق نبی ﷺ کا درس دیں تاکہ وہ اعلیٰ انسانی قدروں کو ہضم کر کے جدید معاشرے کی تباہ کاریوں کا مقابلہ کر سکیں۔ نماز عشاء، محفل ذکر، صلوٰۃ و سلام اور کھانے کے بعد یہ محفل نور اختتام کو پہنچی۔ ناصر خان سمیت حاضرین نے گھر سے باہر نکل کر حضرت شاہ جی کو انتہائی محبت و عقیدت سے الوداع کہا۔ رات گئے تک فقیر کے ڈیرے پر وارفتگان محبت کی محفل جمی رہی۔ قبلہ شاہ جی متلاشیان مہر و محبت کو جرعہ جرعہ حکمت و معرفت کی مئے شبانہ تقسیم فرماتے رہے۔ تاروں کی چھاؤں میں لوگوں نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔ قبلہ شاہ جی سربسجود ہو کر اپنے خالق و مالک سے راز و نیاز کی خلوتوں میں کھو گئے۔ یہ جلوہ گہ خلوت جانے کب تک بجی رہی۔ تو جب نماز فجر کے بعد مسجد سے لوٹا تو حضرت شاہ جی ابھی نماز اشراق ادا فرما رہے تھے۔ تھوڑی دیر اس عاجز کو بھی اپنے ساتھ ذکر خدا یاد الٰہ کی سرمستیوں میں شریک کیا اور پھر دعائیں دے کر رخصت فرما دیا۔ آج 14 مارچ بروز ہفتہ نیویارک میں انجمن گلزار مدینہ نیویارک کی میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں سالانہ محفل نور تھی جس میں حضور مفسر قرآن کا خصوصی خطاب ہونا تھا۔ آج ڈرائیونگ کی سعادت واصف علی کے حصے میں آئی تھی۔ سب سے پہلے ہری پور ہزارہ کے ساتھی اور قبلہ شاہ جی کے دیوانے مرید لالہ عبدالقیوم کی رہائش گاہ پہ پہنچے۔ چائے نوش کی اور پھر اسلام آباد انجمن طلباء اسلام کے پرانے ساتھی سید قابل شاہ کے ہاں رات کا کھانا تناول کیا۔ انجمن گلزار مدینہ نیویارک کے ہوٹل پیراڈائیز ایسٹ کے وسیع و عریض ہال میں جلسے کا اہتمام کیا تھا جو قابل شاہ جی کے گھر کے قریب ہی تھا۔ شاہ جی جب جلسہ گاہ تشریف فرما ہوئے تو عالم دین حضرت علامہ غلام رسول چکراری، حضرت شیخ الحدیث صفدر علی قادری، علامہ شہباز اختر چشتی، راجہ اظہر عباس سیالوی، ڈاکٹر سیف الملوک، غلام مرتضیٰ، صاحبزادہ سید صفدر شاہ، علامہ بشارت شازی، قاری محمد یونس اور دیگر علما کرام اور نعت خوانان پہلے سے موجود تھے۔ حضرت مفسر قرآن سید ریاض حسین شاہ نے اپنے ایمانی و عرفانی خطاب میں ارشاد فرمایا کہ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ آفاقِ کائنات پر امن، انصاف، محبت، اخوت، بندہ پروری، انسان دوستی، غریب نوازی اور آزادی و حریت کی نوید بن کر طلوع ہوئے۔ آپ کے میلاد مسعود سے بزم گیتی میں ایسا انقلاب خیز ابھرا کہ ہر سو بہاریں مہکنے لگ گئیں۔

حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ کا خطاب اس قدر اثر انگیز، پرکیف اور قلب و روح میں اترنے والا تھا کہ ایک گھنٹہ بھر کے خطاب میں کسی کو وقت کے گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔ دوران خطاب نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کی صدائیں بلند ہوتی رہیں اور بہت سے سامعین کی آنکھیں آنسوؤں سے اپنے آقا و مولا ﷺ کی یادوں کا چراغاں کرتی رہیں۔

حضرت مفسر قرآن نے فرمایا کہ میلاد مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل روم و ایران اور حبشہ کے سرخ و سفید اور سیاہ سامراج خطہ حجاز کو ہڑپ کر جانے کی تیاری کر رہے تھے، انہیں اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کے ارادے باندھ رہے تھے کہ دفعتاً فاران کی چوٹی سے ایک ایسے سراجِ منیر نے طلوع اجلال فرمایا کے افکار و کردار اور خلقِ عظیم کی روشن روشن کرنوں سے سماجی اقدار، معاشرتی رویوں اور قلبی و

روحانی کیفیات میں انقلاب خیر برپا ہوا اور پھر عرب کے صحرانشیں دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسی قوت بن گئے کہ انہوں نے اس عہد کی سپر پاور کو شکست دے کر انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کرایا۔ مفسر قرآن سید ریاض حسین شاہ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب کو سیرت وصورت، ظاہر وباطن، اور گفتار وکردار میں، کامل واکمل بنایا اور پھر ان کی ہر جہت صفات کا قرآن کریم میں جابجا ذکر فرمایا۔ میلاد مناکر ہم اپنے رب کریم کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے احسان عظیم پر جذبات تشکر کا اظہار کرتے ہیں۔ شاہ صاحب نے دیار مغرب میں بسنے والے تمام مسلمانوں کو بالعموم اور نوجوانوں کو بالخصوص دعوت دی کہ وہ محبت واطاعتِ رسول سے اپنے اخلاق وکردار کو اس طرح سنواریں کہ اپنے اپنے ماحول میں اپنے آقا مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان اور اپنے دین کی برہان بن جائیں۔ انہوں نے کہا کہ تم اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرو، زیادہ سے زیادہ محنت کرو، بہتر سے بہتر صلاحتیں حاصل کرو مگر اپنے دلوں کو یاد رسول اللہ ﷺ کی گرمیوں سے اور اپنی سانسوں کو ذکرِ رسول کی خوشبوؤں سے مہکا کے رکھو۔ انہوں نے کہا کہ آج دکھوں، مصیبتوں، غموں، محرومیوں، بے سکونیوں اور نفرتوں کی ڈسی ہوئی انسانیت کو حضور رحمت عالمین کے دامن ہی میں پناہ مل سکتی ہے اور ان کے قدموں تک اقوام عالم کو پہنچانے کا فریضہ مسلم امہ کے نوجوان ہی ادا کر سکتے ہیں۔

نیویارک کے پروگرام کے بعد رات کا قیام اٹلانٹک سٹی میں عامر بھائی کے ہاں تھا۔ شب بسری وہیں ہوئی۔ نماز فجر کے بعد محفل ذکر نے روحوں کی بالیدگی اور پاکیزگی کا اہتمام کیا۔ اشراق کے بعد گیارہ بجے تک آرام کا وقفہ تھا۔ ناشتے کے بعد عامر بھائی کے پھوپھا اور کچھ دوسرے احباب قبلہ شاہ جی سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ شاہ جی نے ان کی معروضات سنیں۔ سوالوں کے جواب دیئے اور پھر دعائیں دے کر انہیں رخصت کیا۔ نماز ظہر کے بعد یہ قافلہ بالٹی مور میری لینڈ میں ہمارے دیرینہ دوست سرفراز خان کی رہائش گاہ کے لئے عازم سفر ہوا۔ نماز عصر ہمارے ایک عزیز چوہدری محمد شریف کے گھر پر ادا کی، چائے پی اور پھر نماز مغرب کے بعد سرفراز خاں کے گھر پہنچے۔ سرفراز خان نے اپنے نوتعمیر شدہ عظیم الشان گھر کی زیریں منزل کے وسیع وکشادہ ہال میں محفل میلاد کا اہتمام کر رکھا تھا۔ جہاں پہ میری لینڈ اور ورجینیا بھر سے ان کے دوست کشاں کشاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ خان صاحب کے بیٹے کاشف خاں نے یہ ہال بنوایا اس نیت سے تھا کہ یہاں میلاد کی محافل کا انعقاد کیا کریں گے، سو آج ایک طرح اس میلاد ہال کا افتتاح بھی تھا۔

حضرت شاہ صاحب نے 50 منٹ کے خطاب میں حاضرین کو عظمتِ مصطفیٰ ﷺ سے آگاہ کیا اور تمام تہذیبوں اور معاشرتی اقدار کو اپنے اندر ضم کرتی تہذیب جدید کے خطرات سے خبردار کرتے ہوئے دامنِ رسول ﷺ سے تعلق قلبی اور نسبت عشق استوار کئے رکھنے کا درس دیا۔ نماز عشاء گھر کی خوبصورت مسجد البیت میں ادا کی اور دعا وسلام کے بعد ورجینیا کے لئے روانہ ہوگئے۔ رات گئے گھر پہنچے۔ چائے نوشی اور مختصر گفتگو کے بعد شاہ جی اپنی آرام گاہ تشریف لے گئے اور حاضرین مجلس بادلِ نخواستہ اجازت لے کر گھروں کو روانہ ہوگئے۔ اگلی صبح پھر نماز فجر کے بعد شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ذکر اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ دعا کے بعد میں نے اجازت لی اور شاہ جی نماز اشراق میں مشغول ہوگئے۔ آج پیر کا دن تھا۔ سارا دن گھر پہ ہی گزارا۔ مختلف اوقات میں احباب حاضر ہوکر نیاز حاصل کرتے رہے۔ مغرب کے بعد فقیر کے گھر پہ معمول کی ہفتہ وار محفل ذکر تھی۔ آج غریبوں کا نصیب عروج پہ تھا۔ شاہ جی خود میر مجلس تھے۔ محفل ذکر کا رنگ وکیف ہی کچھ اور تھا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی توجہ کی ضربوں سے دلوں کو دھو رہا ہو۔ روحیں آسمانوں پہ پرواز کر رہی ہوں۔ ذکر کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا اور پھر جب قبلہ شاہ جی نے دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے تو ایسے لگا جیسے سب اہل محفل کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ یہ خوف خدا تھا، محبت رسول تھی یا خود احتسابی اور احساس ندامت، کچھ بھی، زبانوں کے ساتھ ساتھ دلوں کی دھڑکنیں اور آنکھوں کے جھرنوں سے پھوٹتی آنسوؤں کی آبشاریں بھی آمین آمین یا رب العالمین کی صدائیں بلند کر رہی تھیں۔ دعا کے بعد جب دوبارہ روشنی ہوئی تو ایسے لگا روحیں ہلکی ہوگئی ہیں اور روحوں کے ساتھ چہرے بھی دھلے دھلے اور نکھرے نکھرے لگ رہے تھے۔ لنگر کے بعد حاضرین کو اجازت دے دی گئی مگر کچھ اہل جنوں پھر محبت کی زنجیروں میں بندھے بیٹھے تھے کہ جن کے لئے رہائی سے قید محبوب تھی۔ رات گئے تک سوال وجواب کی مجلس نور جمی رہی اور پھر نہ چاہتے ہوئے بھی ساتھیوں کو شاہ جی سے الوداع ہونا پڑا۔ اگلی صبح نور کے تڑکے وہی روشنیوں کی پھوار تھی اور ذکر اللہ کے زمزمے۔ دوپہر تک گھر پہ رہے۔ نماز عصر کے بعد پیس مشن کے ساتھی مہر فاروق کے گھر پہ محفل میلاد منعقد ہوئی۔ الحاج اصغر سلطانی نے اپنی سریلی آواز میں بارگاہ رسالت میں عقیدت کے پھول نچھاور کئے اور پھر شاہ صاحب نے ایمان افروز خطاب فرمایا۔ جس میں آپ نے اطاعت رسول ﷺ اور بچوں کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کی ضرورت واہمیت پر زور دیا۔

عشاء کے بعد رانا ارشد کے گھر پہ مختصر سی محفل ہوئی۔ حضرت شاہ صاحب نے محبت رسول کی گرمیوں سے دلوں کو پگھلا کر رکھ دیا۔ رات گئے فقیر کی کٹیا کی قسمت پھر چمکی اور قبلہ شاہ جی دوستوں کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے۔ ایک بار پھر چائے کے ساتھ چاہتوں کا گلشن مہکا اور شاہ

جی کی پھول پھول باتوں سے قریہ ہائے جاں معطر ہونے لگے۔ دوستوں نے صبح پھر آنے کی اجازت کے ساتھ جانے کی اجازت لی اور اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔ جمعرات ۱۹۔ مارچ انٹرنیشنل پیس مشن کے لئے ایک تاریخی دن تھا کہ آج عالمی سیاست کے مرکز واشنگٹن ڈی سی میں کیپیٹل ہل پہ امریکہ کی تاریخ کی پہلی محفل میلاد منعقد ہونے جارہی تھی۔ سارا دن احباب سے ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری رہا اور لوگوں کو فون پر دعوت بھی دیتا رہا۔ مغرب کی نماز جمعہ شاہ جی کی امامت میں امریکی کانگرس کی جوڈیشری کمیٹی کے کانفرنس ہال میں ادا کی اور پھر تاریخی محفل کا آغاز ہوگیا جو رات دس بجے تک جاری رہی۔ وہاں صلوٰۃ وسلام کی خوشبوئیں اور روشنیاں بکھیرنے کے بعد احباب ہمارے دوست اور پاکستان پوسٹ کے بیورو چیف کوثر جاوید کے گھر پہنچے۔ وہاں پھر محفل ذکر برپا ہوئی۔ نعت رسول کی پھوار برسی اور شاہ جی کی قوس وقزح کو شرماتی علم ومعرفت کی دھنک رنگ گفتگو نے روحوں کو اجالنے کا سامان کردیا۔ رات گئے وہاں سے واپسی ہوئی اگلے روز جمعۃ المبارک تھا۔ جمعہ کی نماز آج بھی حضور مفسر قرآن قبلہ شاہ جی کو ہمارے مرکز دارالسلام پیس ہاؤس ہی میں ادا کرنا تھی۔ لوگوں کا جوش وخروش اور ذوق وشوق دیدنی تھا۔ آج تو شاہ جی کی تشریف آوری سے بہت پہلے ہی ہال میں بہت سے لوگ حاضر ہوچکے تھے۔ آج بھی قبلہ شاہ جی نے دلوں کو گرما دینے اور فکر وشعور کو جلا بخشنے والا خطاب فرمایا۔ آپ نے لوگوں کو دوسروں کی غلطیوں سے درگزر کرنے اور زیادتیوں پر صبر وتحمل اور برداشت کی تلقین فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ حضور رحمت عالم ﷺ سے بڑھ کر کوئی صاحب عزت اور صاحب حیثیت نہیں۔ اس کے باوجود آپ سے بڑھ کر کوئی دوسروں کو معاف کرنے والا نہیں۔ مسلم معاشروں میں آج تحمل، برداشت اور رواداری کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ نماز جمعہ کے بعد پیس مشن کے ساتھی چوہدری اسد وڑائچ کے گھر کھانے کا اہتمام تھا۔ سلطانی صاحب نے نعت پڑھی اور حضور مفسر قرآن نے اللہ تعالیٰ کی رحمت وبرکت کے موضوع پر مختصر سی گفتگو فرمائی۔ یہاں سے فراغت کے بعد گھر تشریف لائے۔ تھوڑی دیر ستائے، چائے پی اور پھر اگلے پروگرام کے لئے روانہ ہوگئے۔ آج شام کی عظیم الشان محفل میلادالنبی کا اہتمام سلور سپرنگ میری لینڈ کے احباب رشید خاں، ظفر، انور کمال، مظفر جمال نے لارک میری لینڈ کے معروف تعبیر ریسٹورنٹ کے پارٹی ہال میں کر رکھا تھا، مگر وہاں پہنچنے سے پہلے قبلہ شاہ جی میری لینڈ میں میجر زاہد، چوہدری آصف اور چوہدری عمران کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں چائے پی اور نماز مغرب ادا کرنے کے بعد جلسہ گاہ پہنچے۔ تعبیر ریسٹورنٹ کے ملک جاوید انجمن طلبہ اسلام کے سابق رہنما رہے ہیں۔ انہیں مل کر شاہ جی بہت خوش ہوئے، انہیں دعائیں دیں۔ محفل میلاد میں مظفر جمال، ذوالقرنین، سید منور شاہ اور الحاج اصغر سلطانی نے اپنے اپنے انداز میں گلہائے نعت پیش کئے۔ حسب سابق رات دیر سے فارغ ہوئے اور گھر پہنچ کر چائے پی اور تھوڑی دیر گفتگو کے بعد شاہ صاحب آرام فرمانے چلے گئے اور باقی احباب مہمان خانے میں محفل سجائے بیٹھے رہے۔

ہفتہ 21۔ مارچ کو انٹرنیشنل پیس مشن کی پہلی سالانہ میلاد رحمۃ اللعالمین کانفرنس تھی۔ اس کا اہتمام پیس ہاؤس ورجینیا ہی میں کیا گیا تھا۔ ہال کو رنگ برنگی جھنڈیوں، فانوسوں، قمقموں اور بینرز سے انتہائی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ حضرت مفسر قرآن قبلہ شاہ جی نے اپنے عرفانی و وجدانی خطاب میں فرمایا کہ حضور رحمت عالم ﷺ کے ظہور قدسی سے ظلم، جہالت، ناانصافی اور گمراہی و بدعقیدگی کی سیاہ رات کا خاتمہ ہوا اور آفتاب حق کے طلوع اجلال سے چار سو عدل، انصاف، علم پروری، انسانیت نوازی اور خدا پرستی کے اجالے پھیل گئے۔ آپ نے فرمایا کہ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی کائناتِ ہست و بود میں تشریف آوری سے قبل اگر مصر و یونان، روم، ایران اور عرب و ہندوستان کی قدیم تہذیبوں کی تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشکوٰۃ نبوت کی روشنیاں مدھم پڑتے ہوئے معدوم ہوچکی تھیں اور اپنے آپ کو علم واخلاق کے اعلیٰ تہذیبی ورثے کی امین سمجھنے والی اقوام بھی ظلم وجہالت کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ افلاطون اور ارسطو کے دیس یونان میں کمزور اور بیمار پیدا ہونے والے بچوں کو اپنی مجبور ماؤں کے ہاتھوں پہاڑ کی چوٹی سے نیچے پھینکوا دیا جاتا تھا۔ ہندوستان کی بیوہ عورتوں کو اپنے مرنے والے شوہروں کے ساتھ ستی کے نام پر زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ عرب میں عورتوں سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ بچیوں کو پیدا ہوتے ہی اپنے باپوں کے ہاتھوں زمین میں زندہ درگور ہونا پڑتا تھا۔ ایران کے بادشاہ نوشیرواں کو عدل وانصاف کی وجہ سے تاریخ میں عادل کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، لیکن اس کے انصاف کی اصلی تصویر دیکھنی ہو تو تاریخ کے صفحات میں ظالمانہ ٹیکس کے خلاف آواز اٹھانے والے ایک درباری کو قلمدانوں کی ضربات سے مرتا دیکھا جاسکتا ہے۔

حضرت مفسر قرآن نے کہا کہ پہاڑی سے گرتے ہوئے نوزائیدہ کمزور بچوں کی چیخوں، ان کی مظلوم ومجبور ماؤں کی آہوں، شوہروں کے ساتھ زندہ دفن ہونے والی بیواؤں کی سسکیوں اور قبروں میں زندہ گاڑی جانے والی معصوم بچیوں کی دلدوز صداؤں کے جواب میں اللہ رب العزت نے تمام مظلوم، مجبور، مقہور اور بے بس طبقاتِ انسانی کے لئے نوید جانفزا بنا کر اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ کریم ﷺ کو رحمۃ

اللعالمین بنا کر بھیج دیا۔ آپ کی تشریف آوری سے ظلم کے ایوانوں میں زلزلے بپا ہوگئے اور جہالت، تعصب اور تکبر کے آتشکدے بجھ گئے۔ مفسر قرآن حضرت سید ریاض حسین شاہ نے فرمایا کہ اللہ رب العالمین جل جلالہٗ نے حضور ختمی مرتبت ﷺ کے سرانور پر انسانی قافلوں کی قیادت و سیادت کا ایسا تاج سجایا کہ اگلوں نے پچھلوں نے آپ کی امامت کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ تا قیام قیامت ہر تہذیب، ہر تمدن، ہر معاشرہ، ہر قوم اور ہر انسانی گروہ اب آپ ہی کے نقوش پا سے پھوٹنے والی روشنی سے رہنمائی کا نور حاصل کرے۔ کوئی رہبر، کوئی مفکر، کوئی رہنما آپ سے برابری، ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ بعد از خدا بزرگ انہی کی ذات ہے۔ امی و دقیقہ دان عالم، بے سایہ و سائبان عالم کا لقب انہی کو زیبا ہے۔ ہم میلاد منا کر ان کی عظمتوں کے حضور خراج عقیدت ہی پیش نہیں کرتے ان کے ذکر نور سے اپنے قلب و روح کو اجالنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ انٹرنیشنل پیس مشن کے خادم کی حیثیت سے راقم الحروف نے کہا کہ پیس مشن کا کام انہوں نے حضرت شاہ جی کی ہدایت پر شروع کیا تھا اور پیس مشن کا نام مدینہ منورہ میں گنبد خضریٰ کے سائے میں تجویز ہوا تھا۔ اسی کا فیضان ہے کہ یہ نیا مرکز پیس ہاؤس (دار السلام) چھ ماہ کے مختصر عرصے میں اس قابل ہوا ہے کہ نماز پنجگانہ، نماز جمعہ، خواتین کا درس، خواتین کی محفل میلاد، بچوں کی روزانہ تعلیم قرآن اور سنڈے سکول ایسی سرگرمیاں شروع کر سکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت شاہ جی ہمارے سرپرست اعلیٰ ہیں اور ان کی رہنمائی میں ہم بہت جلد انشاء اللہ تعالیٰ اپنی جگہ پر عظیم دینی تعلیمی سماجی اور روحانی مرکز قائم کریں گے۔ ہمارا سرمایہ نسبت عشق رسول ہے۔ عشق نبی ہی ہمارا راستہ ہے اور عشق نبی ہی ہماری منزل ہے۔ ہم شرکاء سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس قافلہ حب نبی میں شریک ہو کر اس دینی مشن کو آگے بڑھائیں۔ اس سے قبل اسد ملک، کوثر جاوید اور اصغر سلطانی نے بارگاہ رسالت میں ہدیہ نعت پیش کیا۔ اصغر سلطانی کی سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی آواز نے ایسا سماں باندھا کہ پوری بزم پر کیف و سرور کی کیفیت چھا گئی۔ بہت سے سامعین زار و قطار روتے رہے اور کئی ایک پر وجد طاری ہو گیا۔ یہ بزم نور و نکہت رات کے ایک بجے تک جاری رہی۔ تقریب کے آخر پر ماہ ربیع الاول میں سب سے زیادہ درود شریف پڑھنے والے خوش نصیب واصف علی کو سیرت ضیاء النبی کا سیٹ پیش کیا گیا، جبکہ سب سے زیادہ درود شریف پڑھنے والے بچوں اور بچیوں میں قرآن حکیم کے انگلش تراجم کے نسخے پیش کئے گئے۔ پیس مشن کے لئے اعلیٰ خدمات سرانجام دینے پر صادق خان، چوہدری عبداللہ وڑائچ اور کوثر جاوید اور عمار جاوید کو بھی ایوارڈ دیئے گئے۔

22 مارچ کو حضرت مفسر قرآن مسلم فیڈریشن آف نیوجرسی کے سالانہ جلسہ میلاد النبی میں مہمان خصوصی تھے۔ فقیر کو قبلہ شاہ جی نے حکماً ساتھ جانے سے روک دیا تا کہ علالت میں تھوڑا سا آرام کر لیا جائے۔ وہاں سے عامر بھائی آپ کو لے کر 23۔ مارچ سوموار کو ورجینیا آ گئے۔ آج پھر حسب معمول بعد نماز مغرب گھر پر ہی محفل ذکر اور محفل میلاد النبی تھی۔ آج بھی کیف و سرور میں ڈوب کر حاضرین ذکر اللہ کی روح پرور محفل میں شریک ہوئے۔ شاہ جی کی نور نور باتیں سنیں اور دعائیں سمیٹتے ہوئے گھروں کو لوٹ گئے۔

منگل 24۔ مارچ کو پاکستان امریکن بزنس مین ایسوسی ایشن کے چیئرمین شیخ محمد صدیق نے پیس مشن کے سرپرست اعلیٰ مفسر قرآن حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ کے اعزاز میں ایک راوی ریسٹورنٹ میں ظہرانے کا اہتمام کیا، جس میں ورجینیا کی بزنس کمیونٹی اور صحافی برادری سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات نے شرکت کی۔ وہاں اپنے خطاب میں قبلہ شاہ جی نے فرمایا کہ امریکہ میں آباد پاکستانیوں کے لئے اسلام، پاکستان اور امریکہ تین بنیادی حقیقتیں ہیں جن پر توجہ دے کر وہ اپنے مسائل حل کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ اسلام کی مکمل تعلیم حاصل کریں۔ پاکستانی ہونے کی حیثیت سے اپنے فرائض پورے کریں اور امریکی معاشرے میں گھل مل کر اپنے اچھے نقوش رقم کریں۔ پاکستانی امریکیوں کے مسائل اسی طرح حل ہو سکتے ہیں کہ وہ اچھے مسلمان، اچھے پاکستانی اور اچھے امریکن بنیں۔ ظہرانے کے بعد گھر تشریف لائے، تھوڑی دیر آرام فرمایا اور پھر وڈ برج ورجینیا میں قیصر چیمہ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں مختصر سا خطاب فرمایا اور نماز مغرب کے بعد چوہدری افتخار کے گھر سالانہ محفل میلاد میں تشریف فرما ہوئے۔ وہاں پر آپ نے شریعت و طریقت، ضرورت بیعت، مراقبہ اور ذکر و فکر پر سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں گفتگو فرمائی۔ واپسی پر ہمارے دوست اکرام چٹھہ نے پیس ہاؤس کی مستقل جگہ کے لئے ایک چرچ فارسیل کی جگہ دکھائی مگر قبلہ شاہ جی نے اسے پسند نہ فرمایا اور اس سے بہتر جگہ تلاش کرنے کا حکم فرمایا۔ رات گئے گھر لوٹے اور حسب معمول قبلہ شاہ جی اپنے کمرے میں اور دیگر مہمان، مہمان خانے میں آرام فرما ہوئے۔

بدھ 25۔ مارچ کو دوپہر ملک یوسف کے ہاں اور سہ پہر کو معروف براڈ کاسٹر خالد حمید کے ہاں تشریف لے گئے۔ گھر واپس آتے ہوئے نماز مغرب ڈاکٹر ذوالفقار کے دفتر میں ادا کی۔ کچھ دیر ان کے ساتھ ٹھہرے، گفتگو فرمائی، ذکر فرمایا اور پھر دعا کے بعد وہاں سے رخصت ہوئے۔

جمعرات 26۔ مارچ کو اختر، ساجد راجہ، چوہدری بشارت کے گھر پر پروگرام کا انعقاد ہوا۔ چوہدری بشارت نے حضور سرکار دو عالم ﷺ کے

WWW.NAFSEISLAM.COM

نعلین پاک کی آپ نے اس طرح تعریف فرمائی کہ ہر کوئی یہ کہنے پر مجبور ہوگیا:

سر پہ رکھنے کو جو مل جائے نعلِ پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

27۔مارچ کو جمعۃ المبارک کی نماز پیس ہاوس میں ادا فرمائی۔ایمان افروز خطاب سے حاضرین کو نوازا۔میز بانوں کا شکریہ ادا کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ پیس مشن کے ساتھیوں کو اپنی مستقل جگہ عطا فرمادے۔نماز جمعہ کے بعد دوپہر کا کھانا انیس بھائی کے گھر کھایا۔وہاں سے اپنے گھر تشریف لائے۔نماز عصر ادا فرمائی اور رچمنڈ کے لئے روانہ ہوگئے۔رچمنڈ میں نماز مغرب بابر بھٹی کے سلاٹر ہاؤس تکبیر حلال سے ملحقہ مسجد میں ادا کی۔ان کی بچی کو بیماری سے شفا کے لئے دم کیا اور دعا دی۔یہاں سے تیز بارش میں سفر کرتے ہوئے کچھ تاخیر سے اپنے دوست چوہدری عصمت کی رہائش گاہ پر پہنچے۔وہاں رچمنڈ کی مسلم کمیونٹی کے بہت سے افراد جمع تھے،چونکہ لوگ بہت دیر سے منتظر تھے اس لئے حضور مفسر قرآن نے نماز عشاء کے بعد بڑی مختصر گفتگو فرمائی اور دعا کی۔رات دیر سے گھر لوٹے اور شاہ جی آرام کے لئے تشریف لے گئے۔

ہفتہ 28۔مارچ کو میری لینڈ میں مسجد فیضان مدینہ کا سالانہ جلسہ میلاد النبی ﷺ تھا۔اس میں جانے سے پہلے حماد شاہ،نعیم بٹ،واصف علی،اور ارشد کے گھروں میں پروگراموں میں شرکت کی اور رات عشاء کے بعد مسجد فیضان مدینہ میں خطاب فرمایا۔

29۔مارچ کو نیویارک میں جماعت اہل سنت کے جلسہ میلاد النبی میں شرکت فرمائی اور رات علامہ عبدالقیوم کے ہاں قیام فرمایا۔

30۔مارچ کا دن تھا اور جدائی کی گھڑی سر پہ کھڑی تھی۔آخر بوجھل دل کے ساتھ شاہ صاحب نے اجازت چاہی۔آپ نے شام کو لندن روانہ ہونا تھا اور ہم ورجینیا کے لئے چل پڑے۔

بظاہر تو ہماری گاڑی ورجینیا کی طرف بھاگ رہی تھی مگر ہم میں سے ہر ایک کی کیفیت یہ تھی کہ ہمارے دل شاہ جی کے طیارے کے ساتھ ساتھ فضاؤں میں اڑ رہے تھے۔بیس دنوں کی چاندنی جاچکی تھی اور اب پھر سال بھر کی رات منہ کھولے کھڑی تھی۔خواجہ غلام فرید کی ایک کافی سہارا بن رہی تھی اور ہم اسی کے سہارے اداسیوں کا مداوا کرتے آئندہ سال کی امیدیں جگاتے سفر کر رہے تھے۔

ماہی آن وساوے جھوکاں
کیوں کرن سیالیں ٹوکاں
پیڑیاں سبز تھیون ول سوکاں
ونجاں واری لکھ لکھ واری
جیں دلبر دی دلبر دی تہیں باجھ فرید نہ سر دی
جڑ لائیں چوٹ اندر دی وہ زخم کللڑا کاری

☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

ڈاکٹر پروفیسر محمد اسحاق قریشی

انٹرویو پینل : پروفیسر نعیم طاہر، جاوید اقبال یوسفی

''دلیل راہ'' اس مرتبہ اپنے قارئین کے لئے ایسی شخصیت کا انٹرویو پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے جنہیں اللہ نے علم کے بیش بہا خزانے عطا فرمائے۔ زمانہ طالب علمی سے ہی علمی ذوق رکھنے کا شرف حاصل رہا۔ ایم اے عربی کے دوران جنہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے سابقہ ریکارڈ توڑ ڈالے۔ دنیا کے کونے کونے سے علم کے موتی اکٹھے کئے، مطالعہ کا شوق جنہیں ورثے میں ملا اور آج بھی جو عربی زبان وادب میں ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہماری مراد عربی ادب کی جانی پہچانی شخصیت ڈاکٹر پروفیسر محمد اسحاق قریشی ہیں۔ تو آیئے دیکھیں ڈاکٹر صاحب ہمیں کن ارشادات سے نوازتے ہیں۔

☆: آپ کی تاریخ پیدائش

۞: 5۔ مارچ 1938ء کو ضلع امرتسر کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ 1947ء میں ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔

☆: والد گرامی کے بارے میں ارشاد فرمائیں؟

۞: میں ایک دین دار گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ ہمارا سلسلہ نسب حضرت صدیق اکبرؓ سے جا ملتا ہے۔ قریشی فیملی ہے۔ میرے آباء واجداد محمد بن قاسم کے ساتھ ہندوستان آئے اور برصغیر پر مختلف جگہوں پر آباد ہوئے۔ ملتان اور قصور میں زیادہ قیام رہا۔ میرے دادا محترم خاص دینی ذوق رکھتے تھے۔ ان کی بیعت چورہ شریف سے تھی۔ میرے والد محترم محمد بشیر الحق صدیقی بنیادی طور پر ایک انجینئر تھے، مگر انہوں نے اس کو صرف حصولِ رزق کا ذریعہ بنایا، پوری زندگی کا مشن نہیں بنایا۔ تحریک پاکستان میں انہوں نے ایک سرگرم کارکن کا کردار ادا کیا۔ ایک مرتبہ جمعہ کا دن تھا اور وہ جمعہ پڑھنے کے لئے جانا چاہتے تھے، لیکن ہندو آفیسر انہیں کسی کام میں مشغول کرنا چاہتا تھا۔ میرے والد نے کہا کہ مجھے جمعہ پڑھنا ہے لہٰذا میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ ہندو آفیسر نے کہا کہ یا جمعہ پڑھیئے یا نوکری کیجئے، تو آپ کی غیرت ایمانی جاگی اور آپ نے اسی وقت استعفیٰ دے دیا۔ یہ پاکستان بننے سے چند سال قبل کی بات ہے، پھر وہ ہمہ تن دین کی خدمت میں مصروف ہو گئے اور بھرپور طریقہ سے کام کیا۔ آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا جو کتاب شروع کرتے، پہلے صفحہ سے آخر صفحہ تک مکمل پڑھتے۔ انہی کی وجہ سے ہم میں دینی ذوق آیا۔ وہ کتاب پڑھ کے ہمیں بتاتے کہ اس کتاب میں یہ خوبیاں ہیں، یہ معلومات ہیں۔ ان کو اپنانا ہے، یعنی کتاب صرف مطالعہ کے لئے نہیں بلکہ اس کو تبلیغ کا ذریعہ بھی بناتے۔ میں جب پاکستان آیا تو پرائمری میں تھا۔ والدِ گرامی نے مجھے کہا کہ عربی زبان کو بحیثیت مضمون پڑھنا ہے تو میں چھٹی جماعت سے عربی کا طالبِ علم ہوں، پھر یہ سلسلہ چلتا رہا، میں نے شاہدرہ ٹاؤن ہائی سکول سے 1953ء میں میٹرک کیا۔ میٹرک کا امتحان پنجاب یونیورسٹی نے لیا کیونکہ اس وقت بورڈ نہیں ہوتے تھے۔ کوئٹہ سے کشمیر تک اس وقت صرف ایک ہی یونیورسٹی تھی۔ بہت بڑی تعداد ہوتی تھی۔ اخباروں میں رزلٹ چھپتے تھے۔ اس وقت میٹرک کے امتحان میں بڑی نمایاں پوزیشن لی تھی۔ اس لئے مجھے داخلے کا کوئی مسئلہ درپیش نہیں آیا۔ اس دوران میرے والد گرامی بیمار ہو گئے اور ہم پاکستان آنے کے بعد دو تین بار ہجرت کا شکار ہوئے۔ مختلف شہروں میں رہنا پڑا۔ اس لحاظ سے محسوس ہوتا تھا کہ جب میں میٹرک کروں گا تو شاید تعلیم آگے جاری نہ رکھ سکوں۔ یہ حالات تھے لیکن والد صاحب کا عزم بڑا جوان تھا، انہوں نے بیماری کی حالت میں مجھے کہا کہ چلو میں تمہیں اگلی کلاس میں داخل کرا دوں، میں کچھ پریشان ضرور تھا کیونکہ میں کافی نمبر لے چکا تھا۔ پوزیشن بہت اچھی تھی، چنانچہ ہم اسلامیہ کالج گئے، اس لئے نہیں کہ گورنمنٹ کالج میں داخلہ نہیں ملا، نمبر اچھے تھے داخلہ تو مل جانا تھا لیکن اسلامیہ کالج کا نام اسلام کے نام سے تھا اور میرے والد کا ذہنی جھکاؤ اسلام کی طرف تھا، اس لئے اسلامیہ کالج چلے گئے اور میرے نمبر دیکھتے ہی پرنسپل صاحب نے مجھے اندر بلایا اور میرے والد گرامی سے کہنے لگے: اس بیٹے کو ہمیں دے دیجئے، چار سال بعد جب B.A. ہو جائے تو لے جائیے گا۔ ہم اس کے تمام اخراجات اور اس کی تمام ضروریات خود پوری کریں گے لیکن میں نے کہا کہ میں شاہدرہ ٹاؤن میں اپنے دادا جان کے پاس رہوں گا اور لاہور پڑھنے آ جایا کروں گا۔ اس طرح میں وہاں پڑھا اور عربی کو بطور مضمون لیا۔ فارسی اور ریاضی ساتھ دوسرے مضمون رکھے۔ یہ میرے لازمی مضامین تھے۔ ایف اے بہت اچھی پوزیشن میں کیا۔ ایک حیرت کی بات بتاؤں کہ مجھے کالج سے سرٹیفکیٹ نہیں ملا provisional character certificat دیتے تھے۔ پرنسپل مجھے اس لئے نہیں دے رہے تھے کہ کہیں یہ کالج نہ بدل لے۔ صرف فارم لیا اور داخلہ مل گیا۔ بی اے میں عربی اور فلاسفی مضمون رکھے۔ عربی میں B.A. آنرز کیا، پھر M.A. میں جب داخل ہونے لگا تو خیال آیا کہ عربی میں داخلہ لوں یا فلاسفی میں۔ اس وقت پنجاب یونیورسٹی کا اصول یہ تھا کہ سکالرشپ اس کو ملتا تھا جو کسی مضمون میں پورے پنجاب میں پہلی پوزیشن پر ہوتا ایک وہ جو overall فرسٹ ہو، ایک وہ جو کسی subject میں فرسٹ ہو اور میرا فلاسفی میں سکالر شپ تھا کیونکہ میری پہلی پوزیشن تھی، عربی میں میری دوسری پوزیشن تھی، اس لئے charm تھا کہ فلاسفی پڑھوں لیکن میں نے فیصلہ عربی پڑھنے کا کیا۔ اگرچہ بہت بڑا سکالرشپ تھا۔ وہ میں نے چھوڑ دیا، یہ الگ بات ہے کہ فلاسفی کے پروفیسر میرے پیچھے پڑے رہے کہ میں فلاسفی میں داخلہ لوں لیکن میں نے عربی پڑھنے کا ارادہ کر لیا۔ ایک اور حیرت کی بات کہ ایم اے پنجاب یونیورسٹی میں ہوتا تھا لیکن کالج والوں نے مجھے کالج میں ہی داخل کیا اور اپنے طالب علم کی حیثیت سے یونیورسٹی کو ریکارڈ بھیجا چنانچہ میرے پاس جو ڈگری ہے اسلامیہ کالج کی ہے کیونکہ وہ مجھے چھوڑنا نہیں چاہتے تھے، ایم اے عربی میں میں نے پنجاب یونیورسٹی میں ٹاپ کیا یعنی سابقہ سارے ریکارڈ توڑ ڈالے، مجھے خوشی ہوئی کہ میری محنت کامیاب ہوئی۔ عربی زبان پڑھتے ہوئے پنجاب یونیورسٹی میں اکیلا رہتا تھا کیونکہ والد گرامی فیصل آباد رہائش پذیر ہو چکے تھے۔ ایم اے کے بعد میرا کام یہی تھا کہ صبح یونیورسٹی جاؤں اور بعد میں شام تک لائبریری میں بیٹھ کر مطالعہ میں مصروف رہوں، تو میں نے

لائبریری میں والد گرامی کا جو شوق تھا، اس کے تحت اتنی کتابیں پڑھیں کہ ایک طالب علم کو کم ہی ایسا موقع ملتا ہوگا۔ میں نے بائیس بائیس جلدوں والی کتاب بھی پہلی جلد سے لے کر آخر جلد تک پڑھی ہے اور اس کے نوٹس بھی لیتا۔ نایاب کتابیں بھی پڑھی ہیں، پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری ایک بہت بڑا علمی خزانہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو محفوظ رکھے۔ ایم اے میں پوزیشن آگئی، لوگ کہتے ہیں پوزیشن بھی آجائے تو بہت کچھ کرنے کے بعد نوکری ملتی ہے لیکن میں کہیں نہیں گیا صرف میرے ایک عزیز نے مجھے فارم دیا، فارم پُر کیا اور وہ فارم محکمہ تعلیم لاہور پنجاب میں جمع کرا دیا اور مجھے دس بارہ دن کے بعد ہی آرڈر موصول ہوگیا گورنمنٹ کالج منٹگمری جو کہ آج کل ساہیوال ہے وہاں بطور لیکچررشپ ہوگئی، میرے رزلٹ اور میری لیکچررشپ میں صرف ایک مہینہ اور ے دن کا فاصلہ ہے۔ نوکری join کرنے میں دس دن لیٹ ہوگیا کیونکہ ان دنوں میرے دادا علیہ الرحمۃ کا انتقال ہوگیا۔ بہرحال اللہ کے کرم سے میں ساہیوال چلا گیا، وہاں سے ملازمت کی زندگی شروع ہوئی، ساہیوال سے مظفر گڑھ گیا۔

وہاں سے فیصل آباد جو کہ اس وقت راولپنڈی ریجن میں تھا کیونکہ ڈومی سائل یہاں کا تھا، جوہر آباد آیا پھر جوہر آباد سے گورنمنٹ کالج فیصل آباد گیا۔ ساڑھے نو سال تقریباً مختلف کالجوں میں رہا۔ 1969 میں گورنمنٹ کالج فیصل آباد آگیا، 1959 میں سروس شروع کی اور 1969 میں جوہر آباد سے فیصل آباد آگیا۔ 1998 میں ریٹائرمنٹ ہوئی، یہ سارا عرصہ گورنمنٹ کالج سے ہی منسلک رہا اس دوران سرکاری طور پر دو سال کے قریب ریاض یونیورسٹی سعودی عرب گیا۔ جو کتابیں یہاں نہیں ملتی تھیں وہاں نظر آگئیں، تو لوگ وہاں نوکریاں کرنے گئے تھے یونیورسٹی میں تو چند گھنٹے مصروف ہوتا تھا باقی وقت اپنے کمرے میں بیٹھا کتابیں پڑھتا رہتا تھا علامہ سخاوی کی کتاب مجھے وہاں ملی اور میں نے وہاں پڑھی اور بھی بہت سی کتابیں۔ میں کتابیں خریدتا رہا واپسی پر میرا سامان کتابوں پر ہی مشتمل تھا۔ بہت اچھی اچھی کتابیں میں نے خریدیں۔ ام النبی ﷺ حضور اکرم ﷺ کی والدہ محترمہ پر یہاں کوئی کتاب نہیں تھی۔ مجھے وہاں ہی ملی اور ایک book saller نے مجھے مدینہ منورہ میں کہا کہ میرے گھر آجاؤ شاید وہ اپنے مکتبہ میں نہیں رکھ رہا تھا۔ اس طرح وہ کتاب بھی میں نے پڑھی۔ طور عائشہ شانتی کی کتاب ام النبی ﷺ یہ پہلی مکمل کتاب جو حضور ﷺ کی والدہ محترم پر لکھی گئی۔

واپس آ کر میں نے پی ایچ ڈی کے لئے enrolment کروائی۔ PHD میں میرا موضوع تھا ''برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری''۔ میں نے یہ موضوع ہٹ کر منتخب کیا۔ مجھے لوگوں نے روکا بھی بلکہ یونیورسٹی کی طرف سے اطلاع ملی اس موضوع پر پہلے کسی نے کام نہیں کیا۔ matter نہیں ملے گا، لیکن میرے ذہن میں ایک تڑپ تھی اور یہی تڑپ مجھے اس پر اکسا رہی تھی اور آخر یہ موضوع منظور ہوگیا۔ میں نے اس پر بہت محنت کی۔ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس موضوع پر میرا ہی پہلا مقالہ تھا۔ اس پر کئی جگہ لوگوں نے حوالے بھی دیئے اور میرے ایک ایک باب پر مکمل رسالے ہیں۔ الحمدللہ کامیاب ہوا اور مجھے phD کی ڈگری ملی۔

☆: موضوع منتخب کرنے کی وجہ:

❁: میرے ذہن میں دو موضوع تھے:

شعر الصحابہ یعنی صحابہ کرام کون کون سے شعر کہا کرتے تھے، سب نے کہا کہ مشکل ہے۔ میں اصرار کرتا رہا۔ آخر مولانا محمد شفیع نے جو کہ P.U. میں اور عربی کے بہت بڑے استاد تھے، وہ لائبریری کے باہر چھتری لگا کر بیٹھتے تھے اور ان کے سامنے کتابوں کے ڈھیر ہوتے تھے۔ میں ان کے پاس یہ مضمون لے کر گیا تو کہنے لگے، یہ مشکل ہے، میں نے کہا یا حضرت میری رہنمائی فرمائیں۔ بزرگ آدمی تھے اور بہت زیادہ مصروف بھی تھے۔ ''دائرہ المعارف'' کا ہی کام کرتے رہتے تھے، میں نے بہت اصرار کیا کیونکہ مجھے کسی نے کہا تھا کہ وہ جلدی نہیں مانتے، تو میں مسلسل اس پر اصرار کرتا رہا، پھر وہ مہربان ہوگئے۔ میں نے P.U. کو یہ Topic دے دیا۔ تقریباً منظور ہوگیا تھا کہ مولانا شفیع خان

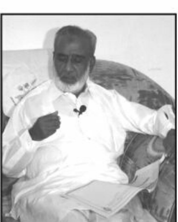

بہادر جو P.U کے پرنسپل بھی رہے ہیں، ڈاکٹر عبداللہ کے استاد بھی تھے، ان کا انتقال ہو گیا تو مجھے یونیورسٹی کی طرف سے لیٹر گیا کہ ہمارے پاس گائیڈ نہیں ہے آپ موضوع بدل لیں تو مجھے بددلی بھی ہوئی، پھر میں نے یہ موضوع منتخب کیا۔ دراصل کام میں وہی کرنا چاہتا تھا صرف نام میں نے بدل لیا لیکن اس کے ساتھ میں نے ایک اور کام کیا کہ برصغیر میں کام نہیں ہوا تھا تو یہاں دیکھیں نعت کیسے لکھی جا رہی ہے۔ اردو، فارسی نعت پر کم لوگوں نے کام کیا ہے۔ اردو نعت پر تو کام ہو گیا ہے لیکن عربی نعت پر توجہ کسی کی نہ تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ بہت تھوڑا کام ہوا ہے، تو میں نے بڑی ریزہ کاری کی، درگاہوں پر گیا، بڑے آستانوں پر گیا، پرانی لائبریریوں میں گیا جب مقالہ لے کر ممتحن کے پاس گیا تو انہوں نے پوچھا کہ تم نے یہ کتابیں دیکھی کہاں ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے دل لگا کر بڑی لگن سے کام کیا اور وہ کام مکمل ہوا، بعد میں مجھے حکومت پنجاب نے انیسویں سکیل کی پوسٹ ایڈورٹائز کی۔ اس زمانے میں انیسویں سکیل میں پروفیسر ہوتا تھا، تو میں نے apply کیا۔ پی ایچ ڈی ہونے کی وجہ سے میں سلیکٹ ہو گیا۔ اگرچہ مجھے کہا گیا تھا کہ پرنسپل کی پوسٹ بھی ہے۔ اس کی ایک سیٹ تھی، جبکہ پرنسپل کی پندرہ تھیں۔ چانسز زیادہ تھے لیکن پرنسپل کے لئے میں خواہش نہیں رکھتا تھا، یہ علیحدہ بات ہے کہ بعد میں حکومت نے زبردستی مجھے پرنسپل بھی بنا دیا۔ ڈائریکٹر ایجوکیشن بھی بنایا اور کئی پوسٹوں پر میری اپوائنٹمنٹ ہوئی اور مجھے جانا پڑا۔ مزید یہ کہ پی ایچ ڈی کے اس مقالے کو حکومت پنجاب محکمہ اوقاف نے خود اپنی نگرانی میں چھپوایا، ایک ہزار صفحات پر مشتمل یہ مقالہ ہے، جس میں عربی اشعار کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ اگر کیا جاتا تو شاید صفحات دو ہزار ہو جاتے۔ بہر حال وہ کتاب سامنے آ گئی۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ میرے اندر پہلے دن سے ایک تڑپ تھی، یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ انسان کے اندر جو کچھ ہوتا ہے، کہیں نہ کہیں اس کا تعلق جڑا ہوتا ہے، میرا بھی تعلق جڑا ہوا تھا، میں شروع سے اپنے والد گرامی علیہ الرحمہ سے جب بھی لاہور سے پڑھ کر آتا تھا ابھی بیٹھتا ہی تھا، وہ فرماتے فلاں اچھی کتاب آئی ہے پڑھی ہے یا نہیں۔ میں کہتا نہیں تو فرماتے میں نے پڑھی ہے، تمہیں دکھاؤں اور کئی کئی گھنٹے کھانے پینے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ وہ مجھے اس کتاب کے خاص ابواب دکھاتے تھے۔

☆: آپ کو یہ شوق والد گرامی سے ملا ہے۔

❁: والد گرامی کو مطالعہ کا اتنا شوق تھا کہ وہ کتاب کا ایک حصہ نہیں پوری کتاب پڑھتے تھے۔

☆: زمانہ طالب علمی کا کوئی ایسا واقعہ جو آپ فراموش نہ کر سکے ہوں۔

❁: زمانہ طالب علمی میں بہت کچھ ہوا، میں جب سکول کا طالب علم تھا تو ہمارے ہیڈ ماسٹر صاحب بہت اچھے ایڈمنسٹریٹر تھے۔ لاہور کی بات ہے شیخ محمد ذکریا ان کا نام تھا۔ بڑا رعب اور بڑا اجلال ہوتا تھا۔ طالب علم قریب سے گزرنا بھی مشکل سمجھتے تھے، لیکن وہ مجھ سے بہت پیار کرتے تھے کیونکہ آٹھویں جماعت سے مجھے جان گئے تھے کہ یہ پڑھائی میں اچھا ہے۔ انہیں شوق تھا حساب کا اور میں حساب میں بہت اچھا تھا۔ اس لئے وہ مجھ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ مثلاً جب میں نویں کلاس میں تھا تو جب بھی کوئی ٹیچر نہ آئے تو مجھے بلا کر کلاس میں بھیج دیتے تھے کہ ان کو پڑھاؤ تو میں نے اس طرح کئی کلاسیں پڑھائیں، پھر ان کی عادت یہ تھی کہ جب میں کلاس میں آتا تو مجھے کہتے یہ انگریزی کی چیزیں ہیں یہ پڑھو، پیریڈ ہوتا ریاضی کا اور مجھے ایک طرف بٹھا کر کہتے یہ انگریزی کی چیزیں ہیں ان کو دیکھو، میں بعد میں تم سے باتیں کروں گا۔ میں نے ایک دن ان سے کہا: سر کیا بات ہے کہ آپ مجھے ریاضی کے پیریڈ میں ریاضی پڑھنے نہیں دیتے۔ اس طرح میں ریاضی میں کمزور ہو جاؤں گا۔ ہر طالب علم کے لئے الگ الگ کتاب تھی لیکن گھر لے جانے کی اجازت نہ تھی مجھے کہتے میں تم سے سوال حل کرواتا رہتا ہوں، فکر نہ کرو تم ریاضی میں کمزور نہیں ہو گے۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ سمجھ گئے تھے کہ مجھے کہاں زیادہ محنت کی ضرورت ہے اور یہی ایک اچھے استاد کی دلیل تھی۔

ایک اور واقعہ سنیئے کہ ہم دسویں جماعت میں تھے، ہمارے استاد مولانا محمد احمد خان بہت اچھے تھے۔ ایبٹ آباد کے رہنے والے پٹھان تھے۔ بڑا جوش بھی تھا ان میں۔ غریب خاندان سے تھے۔ مسجد کے حجرے میں رہ کر پڑھے تھے اور حجرے میں ہی رہتے تھے۔ اس زمانے میں ایک اصول آیا کہ اسلامیات بچوں کو پڑھائی جائے۔ نہ کتاب نہ سلیبس۔ انہوں نے ایک سیرت پر کتاب منگوائی جو محمد علی لاہوری قادیانی کی تھی۔ الماری کی چابی میرے پاس تھی تا کہ پیریڈ میں نکال کر سب کو ایک ایک دوں۔ ایک دن وہ کتاب میں گھر لے آیا تو پڑھی تو ایک جگہ مجھے دیکھ کر بڑی وحشت ہوئی اس میں آنحضرت ﷺ جوانی میں کیا کرتے رہے، یہ موضوع تھا۔ تجارت کی تفصیل وغیرہ وغیرہ۔ آخر میں ایک جملہ تھا

کہ اس میں کوئی عار نہیں ہے کہ نبی ایسا کام کرے کیونکہ حضرت عیسیٰ کے والد یوسف بھی بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ میں فوراً کھٹکا کہ یہ کیا ہوا۔ عیسیٰ کا والد، نام بھی۔

لکھنے والا پیشہ بتانا چاہتا ہے۔ لاشعوری طور پر نام دیا اور اپنا مشن۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ مجھے اس وقت بھی اندازہ ہوگیا کہ یہ غلط ہے۔ میں نے قلم سے اس پر پوری سیاہی گرا دی اور اگلے روز سکول گیا، تو ماسٹر صاحب کتاب پڑھانے آئے تو میں نے کہا کہ ہم یہ کتاب نہیں پڑھیں گے، حالانکہ میں بڑا مؤدب طالب علم تھا۔ ماسٹر صاحب بہت پیار کرتے تھے، وہ عربی پڑھاتے تھے اور میں عربی کا طالب علم تھا۔ وہ حیرت زدہ ہوگئے۔ میں نے ان کو بتایا کہ اس میں یہ یہ ہے اور یہ ہمارے عقیدوں کو خراب کرے گی، کہنے لگے نہیں میں جو موجود ہوں۔ میں نے کہا آپ موجود ہیں پھر بھی اس کو پڑھنا کیا ضروری ہے۔ کوئی اور کتاب پڑھائیں۔ وہ اتنے ناراض ہوئے کہ انہوں نے مارنے کے لئے چھڑی بھی پکڑ لی، پھر انہوں نے مارا تو نہیں لیکن بہت غصے ہوئے اور ہیڈ ماسٹر صاحب سے میری شکایت بھی کی کہ یہ آپ کا چہیتا ہے اور پوری کلاس کے سامنے اس نے یہ کہا ہے۔ ہیڈ ماسٹر نے مجھے بلایا، میں نے وہی بات دہرائی کہ حضور ہم یہ کتاب نہیں پڑھ سکتے۔ انہوں نے پوچھا کیا وجہ ہے، میں نے وجہ بیان کر دی۔ کہنے لگے اس کو مٹا دیتے ہیں، میں نے پھر کہا کہ اس کو سامنے ہی کیوں رکھیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے فرمایا یہ کتاب واپس لے جاؤ اور تیسواں پارہ منگواؤ اور بچوں کو ترجمے کے ساتھ پڑھاؤ۔ میں آج بھی سمجھتا ہوں کہ مولانا محمد احمد بہت نیک آدمی تھے میں بلکہ ایبٹ آباد گیا تو ان کی قبر پر بھی گیا لیکن یہ بھی مجھے احساس ہیں کہ ایک نیک آدمی بھی اپنی نوکری میں اپنے افسر کے حکم کو بدلنا نہیں چاہتا بلکہ اس پر اصرار کرنا چاہتا ہے اور انہوں نے اس قدر اصرار کیا کہ آج بھی جب مجھے یاد آتا ہے تو میں حیران ہو جاتا ہوں کہ کیوں ایسا ہوا حالانکہ وہ خود بھی عقائد میں بڑے پختہ تھے لیکن انہوں نے ایسا کیوں کیا، اس سے مجھے یہ خیال آیا جب تعلیم کے میدان میں جائیں تو طالب علم کے سامنے تربیت کے دوران ایسی کوئی کتاب نہیں آنی چاہیئے ہاں جب وہ فاضل ہو جائیں پھر تقابل بھی کریں، تقابل ادیان ہو، لیکن ابتداء میں ایسی بات نہیں ہونی چاہیئے جب تک کہ انہیں اپنے دین اور اپنے عقائد کے بارے میں پوری خبر نہ ہو جائے۔

☆: ڈاکٹر صاحب آپ اپنے اساتذہ میں سے کس سے زیادہ متاثر ہیں۔

۞: سکول اساتذہ میں سے میں ہیڈ ماسٹر صاحب سے سب سے زیادہ متاثر تھا، کیونکہ وہ شارٹ کٹ لینے کے قائل نہیں تھے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ پڑھا رہے تھے اور وہ ٹیوشن نہیں پڑھنے دیتے تھے۔ اگر پتہ چلتا کہ کوئی طالب علم ٹیوشن پڑھتا ہے تو اس کو کلاس سے نکال دیتے تھے، دوسری بات چھٹی کے بعد دسویں جماعت کو دو اڑھائی گھنٹے خود پڑھاتے تھے۔ مغرب کے وقت چھٹی ہوتی تھی۔ کہتے تھے جب میں موجود ہوں تو کسی کے پاس کیوں جاتے ہو۔ ایک دن ہم گراؤنڈ میں بیٹھے تھے چوہدری محمد طفیل سنٹر ماڈل سکول کے سامنے کریسنٹ ماڈل سکول کے پرنسپل تھے، بڑا مشہور نام تھا۔ ان کی گرائمر کی کتاب بھی چھپی۔ ان کے ساتھ مونی ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر بھی تھے۔ دونوں اپنے اپنے مضمون میں ماہر تھے۔ ایک انگلش کے ایک ریاضی کے۔ محمد دین ریاضی والوں نے ہمیں لیکچر دینا شروع کیا۔ انہوں نے بتایا یہ دو تین چیزیں یاد کرلو یہ امتحان میں ضرور آئیں گی، تو ہیڈ ماسٹر نے فوراً کہا کہ حضور آپ کی مہربانی۔ میں بچوں کو اس طرح نہیں پڑھاتا، میں پورا نصاب پڑھاتا ہوں اور بچے پورا نصاب پڑھ کے جاتے ہیں، محمد دین تھوڑے سے ناراض بھی ہوئے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ تو ٹھیک ہے تم امتحان پاس کرلو گے دس ابواب ہیں 5 تم نے تیار کیے ہیں قسمت ہے کہ ان میں سے سوال آجائیں لیکن وہ پانچ جو تم نے تیار نہیں کیے۔ پوری زندگی ان کا کیا کروگے۔ کل اگر ان سے کوئی پوچھے گا تو کیا یہ کہو گے کہ میں نے آدھا میٹرک کیا ہوا ہے۔ انگریزی قواعد کی برطانیہ کی چھپی ہوئی 700 صفحات کی کتاب تھی، پہلی لائن سے لے کر آخری لائن تک پڑھائی۔ آج کل تو گرائمر پڑھاتا ہی کوئی نہیں، یہ ان کا احساس تھا بڑی دلچسپی کے ساتھ۔ بچوں کو اپنا بچہ سمجھتے ہوئے پڑھاتے تھے اور تعلیم کو ایک مشن سمجھ کر پڑھاتے۔ کبھی غیر حاضر نہ ہوتے اور نہ ہی تاخیر سے آتے۔ آج بھی میرے دل میں ان کا بڑا احترام ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں جگہ عطا فرمائے بہت بڑے انسان تھے۔

جب کالج میں گیا تو وہاں بہت سے اساتذہ تھے۔ ایک دلچسپ واقعہ بتاؤں کہ ہمارے جو عربی کے پروفیسر تھے، وہ مسلک کے لحاظ سے اہل حدیث تھے، ابوبکر غزنوی نام تھا، اس وقت اہل حدیثوں کے امام مولانا داؤد غزنوی کے بیٹے تھے اور مونی روڈ پر ان کا مدرسہ تھا، میں آنرز کا طالب علم ہوا تو مجھے کہنے لگے کہ گھر آ کر پڑھ لیا کرو کیونکہ میں ایک ہی سٹوڈنٹ تھا، میں جب جاتا تو ان کے والد حدیث پڑھایا کرتے تھے لیکن باپ بیٹے میں کچھ اختلاف تھا۔ لگتا تھا تعلقات اچھے نہیں ہیں، بہر حال ایک دن مجھے کہنے لگے میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم اسلامیہ کالج سول لائن سے آتے ہو، راستے میں داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار آتا ہے۔ کبھی کبھی وہ میرے ساتھ آتے تھے، اکٹھے آتے تھے کہنے لگے جب تم گزرتے ہو تم بڑے جھک کر سلام کرتے ہو اور کبھی مجھ سے اجازت لے کر اندر بھی چلے جاتے ہو، تو کیا ملتا ہے تمہیں وہاں۔ میں

نے کہا جی اگر بازار سے کوئی سودا لیں اور میں آپ کو وہ لفافہ دکھا دوں کہ یہ ملتا ہے، لیکن یہ لفافے میں ڈالنے والی چیز نہیں ہوتی جو وہاں سے ملتی ہے، یہ تو اندر جانے والی چیز ہوتی ہے۔ باہر سے تو اس کا اظہار نہیں ہو سکتا، تو ایک دن کہنے لگے کہ مجھے بھی اندر لے چلو، مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ ایک اہل حدیث عالم کا بیٹا کہہ رہا ہے۔ میں ان کو لے گیا۔ داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی پرانی مسجد تھی۔ مزار کے سامنے مسجد کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر مزار کو دیکھنے کے لئے میں بیٹھ گیا۔ مجھے کہنے لگے جاؤ تم سلام کر آؤ مجھے روکا نہیں۔ سلام کر کے واپس آیا تو آپ وہاں ہی بیٹھے تھے۔ آدھ گھنٹے بعد ہم اکٹھے واپس آئے، تو راستے میں میں نے پوچھا کہ استاد صاحب کیا ہوا کہ آج آپ یہاں آ گئے، کہنے لگے سچ بتاؤں کہ آج یہاں آنے کا لطف بہت آیا، بہت لطف محسوس ہوا، میں نے کہا کہ اس سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میں یہاں کیوں آتا ہوں۔

ایک اور واقعہ کچھ یوں ہوا کہ ایک دفعہ عربی شعر کا ترجمہ پڑھا رہا تھا، تو میں نے کہا کہ اس طرح کا بہت اچھا شعر اردو میں بھی ہے کہ خود بھیک دیں اور خود کہیں کہ منگتے کا بھلا ہو۔ انہوں نے فوراً کہا کہ کس کا شعر ہے، میں نے کہا کہ میں نام نہیں بتاؤں گا کیونکہ بعد میں آپ کو پھر شعر اچھا نہیں لگے گا، کہنے لگے کیوں، میں نے کہا کہ مجھے پتا ہے کہ پھر آپ نے کہنا ہے کہ یہ شعر بھی کوئی شعر ہے، اصرار کر کے پوچھا تو میں نے بتا دیا کہ یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے، تو فوراً کہا کہ مولوی ہو کر اچھے شعر کہتا ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ ہم اپنے اردگرد دائرے کھینچ چکے ہیں اپنے دائرے سے باہر نہیں جانا چاہتے اور دوسرے کے دائرے کے اندر دیکھنا بھی نہیں چاہتے۔ ایم اے تک میں چھ سال ابوبکر غزنوی سے پڑھا ہوں۔ مجھ سے ان کا تعلق بھی بہت تھا بعد میں میں نے سنا ہے کہ وہ اللہ ہو کی محفلیں بھی کرتے تھے۔ انہوں نے جمعیت اہل حدیث میں بھی ایک گروپ پیدا کر لیا تھا بہر حال ٹیچر بہت اچھے تھے اس سے مجھے محسوس ہوا کہ انسان جہاں ہوتا ہے وہاں سے اس کو چھوڑ کر نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

ایک اور استاد جن کا نام لیتے ہوئے مجھے فخر ہے وہ اسلامیہ کالج کے پرنسپل میاں محمد شریف تھے، باغبانپورہ لاہور کے رہنے والے تھے۔ میاں افتخار الدین جو لاہور کے امیر ترین لوگوں میں سے تھے۔ یہ میاں افتخار الدین کے سسر تھے یعنی لاہور کی دو امیر فیملیوں میں سے ایک کے سربراہ تھے، علی گڑھ یونیورسٹی میں رہے تھے وہاں سے لاہور آ کر پرنسپل بنے بہت ہی Well dress تھے۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ وہ مسلم فلاسفر آرگنائزیشن کے صدر بھی رہے، فلسفہ کے آدمی تھے اس لئے مجھے مجبور کر رہے تھے کہ میں فلسفہ پڑھوں، بہت محبت سے پیش آتے جہاں مجھے دیکھتے کھڑے ہو جاتے حالانکہ اس دور میں پرنسپل اور طالب علم کا فرق بہت ہوتا تھا ہم کچھ دوست اکٹھے پیدل کالج، آتے جاتے ایک دن میرے دوست چلے گئے اور میں اکیلا کھڑا تھا میں نے دھیان نہیں دیا اچانک ایک کار آئی۔ اس زمانے میں کاریں بہت تھوڑی تھیں۔ کار بھی بڑے سائز کی، سیدھی آئی اور بالکل میری ٹانگوں کے ساتھ آ کر رکی۔ میں اچانک چونکا تو دیکھا کہ اس کی اگلی سیٹ پر ایم ایم شریف صاحب بیٹھے تھے پیچھے ان کی بیگم صاحبہ تھیں اور ڈرائیور چلا رہا تھا۔ میں گھبرا گیا انہوں نے مجھے کہا کہ میں نے داخلہ کے وقت ایک بات کہی تھی کہ میرے پاس رہو تو یہاں کیوں کھڑے ہو۔ ایک جملہ جو آج بھی یاد کرتا ہوں کہ انہوں نے کہا کہ اچھے بچے بس سٹاپوں پر کھڑے نہیں ہوا کرتے۔ میں نے کہا کہ معذرت ہے میں ایسے ہی نہیں کھڑا بس میں بیٹھ کر کالج جانا ہے۔ کہنے لگے کتنا کرایہ لگتا ہے، آتے جاتے ہوئے وقت ضائع ہوتا ہے اچھے طالب علم کا وقت ضائع نہیں ہونا چاہیئے، تمہیں میں نے کہا تھا کہ ہوسٹل میں رہو تم سے کوئی پیسے بھی نہیں مانگے گا۔ اس طرح تم وقت ضائع کرتے ہو۔ مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی۔ میں نے معذرت کی میری مجبوریاں ہیں، کہنے لگے اچھا یہ بتاؤ کیا روز ٹکٹ لیتے ہو میں نے کہا نہیں جی میرے پاس pass ہے۔ پوچھا کہاں سے بنتا ہے میں نے کہا کہ پچھلے سٹاپ سے، کہنے لگے کون بنواتا ہے میں نے کہا میں خود اور آفس ٹائم میں بنتا ہے۔ پھر پیریڈ چھوڑتے ہو گے۔ میں نے کہا کہ مہینے کے آخر پر ایک دو پیریڈ چھوڑنے پڑتے ہیں۔ کہنے لگے پیریڈ چھوڑنا بھی بہت بڑا ظلم ہے طالب علم کے لئے۔ بہر حال کچھ ناراض بھی ہوئے پیار بھی کیا چلے گئے۔ میرا کارڈ لے کر دیکھتے رہے کہ یہ کارڈ کہاں سے بنا ہے مجھے قطعاً یاد نہیں رہا اور جس روز اس کارڈ کے لئے بارہ بجے مجھے جانا تھا، پہلا پیریڈ تھا peon آیا کہ پرنسپل صاحب

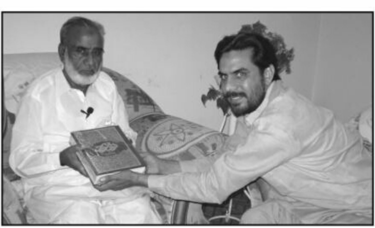

بلاتے ہیں، میں گیا کہ پتہ نہیں کیا بات ہے دفتر گیا۔ سلام کیا کہنے لگے وہ کارڈ کہاں ہے۔ کہنے لگے مجھے دے دو اور جاتے ہوئے لے لینا۔ peon بھیج کر کارڈ بنوادیا پیسے بھی نہیں لئے اپنے پاس سے بنا کر دیا واپسی پر کارڈ لینے گیا تو انہوں نے کہا کہ آئندہ تم نے خود کارڈ بنوانے نہیں جانا اور نہ ہی پیریڈ چھوڑنا ہے تو بتایئے آج کے اس کمرشل دور میں ایسے استاد کہاں ڈھونڈیں گے۔

☆: طالب علموں کے لئے کوئی پیغام

✿: طالب علموں کو جو اعتماد دیا جاتا ہے جیسا کہ مجھ پر میرے اساتذہ نے مہربانیاں نچھاور کیں چلتے پھرتے مجھ پر نظر رکھتے تھے، یونیفارم پر نظر، کپڑوں پر نظر، دور سے دیکھ کر بلا لیتے تھے۔ مجھے احساس تھا کہ میں نظروں میں ہوں میں نے محسوس کیا کہ مجھے کوئی ایسا کام نہیں کرنا ہے جو استادوں کی نظر میں اچھانہ ہو۔ دوسرا مجھے ایسا پڑھنا ہے کہ جب رزلٹ آئے تو استاد کو یہ نہ کہنا پڑے کہ تم میرے اعتماد پر پورا نہیں اترے، میں جب تک اسلامیہ کالج میں رہا حتیٰ کہ میں نے P.U میں ٹاپ کیا میں مسلسل پوزیشن لیتا چلا گیا۔ یہ احساس بچے میں محسوس ہونا چاہیئے کہ میں کسی کی نظروں میں ہوں نظر بڑا کام کرتی ہے۔ ایک بات اور بتاؤں کہ جب میں سکول میں تھا تو دسمبر ٹیسٹ یعنی داخلہ ٹیسٹ ہوا، زمین پر بیٹھ کر پرچے ہور ہے تھے، ہیڈ ماسٹر صاحب کی میز لگی تھی اور سارا اسٹاف نگرانی کر رہا تھا، میں پرچہ حل کر رہا تھا peon میرے پاس آیا اور کہا کہ ہیڈ ماسٹر صاحب بلا رہے ہیں۔ اس وقت سکول کی ڈاک آتی تھی اس میں ایک خط کھولا اور کہا کہ پڑھو، میں پڑھنے لگا مجھ سے پہلی کلاس تھی اس میں ایک بشیر احمد لڑکا تھا اس کا سکالرشپ تھا اس کے 698 نمبر تھے میں نے سارا پڑھا میں نے کہا کہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے سکول کے طالب علم کا سکالرشپ آیا ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے پوچھا اس کے کتنے نمبر ہیں، میں نے بتایا کہ اتنے ہیں تو انہوں نے لفافہ بند کیا اور کہا کہ تمہارے اس سے زیادہ نمبر آنے چاہئیں یہ نفسیاتی تحریر تھی اس طرح میرے ذہن میں ایسا خیال آ گیا کہ خواہ ایک نمبر زیادہ آئے بشیر احمد سے زیادہ نمبر آنے چاہئیں اور جب رزلٹ آیا تو میرے نمبر 724 تھے جب میں ہیڈ ماسٹر صاحب کے پاس گیا تو ہنس پڑے اور کہا کہ خط کام آ گیا ہے۔ اب استاد کی توجہ بھی شاگرد پر نہیں رہی اور شاگرد کی بھی یکسوئی نہیں رہی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

میں پرنسپل تھا گورنمنٹ کالج کا، سرکاری رہائش تھی، والد گرامی ایک دفعہ میرے پاس آئے۔ ضعیف تھے اس وقت، والدہ بھی ساتھ تھیں، صبح کا وقت تھا، کالج کے اندر ہی رہائش تھی۔ میں تیار ہو کر دفتر جانے لگا کہنے لگے اپنی لائبریری دکھاؤ کوئی نئی کتاب خریدی ہے یا نہیں؟ ان کی خواہش ہوتی تھی کہ کپڑے چاہے نہ لو کتاب ضرور خریدو۔ میں نے کہا کہ یہ تین چار نئی کتابیں خریدی ہیں۔ وہ میرے ریڈنگ روم میں آئے، چھڑی ٹیکتے ٹیکتے آئے اور کھڑے ہوگئے۔ آٹھ بجے صبح کا وقت تھا، میں دو بجے کالج سے واپس آیا کمرے میں پہنچا تو اسی جگہ ٹیک لگائے کتاب دیکھ رہے تھے۔ بیٹھے بھی نہ تھے۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگے ایک کتاب میں نے پڑھ لی ہے دوسری ختم ہونے والی ہے۔ ایک مزاج تھا، وہی شوق مجھ میں آیا۔ ایک دفعہ بیمار ہوگئے، سول ہسپتال میں داخل کروایا۔ پرائیویٹ وارڈ میں تھے ان کے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی بہت پریشان تھے۔ ضروری تھا کہ کوئی ایسی بات کہی جائے جس سے دل بہل جائے۔ میں اس وقت ڈائریکٹر ایجوکیشن تھا، میں ان کے پاس گیا، سلام کیا دیکھا کہ کچھ پریشانی ہے۔ میں نے کہا کہ علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب کا نیا ایڈیشن چھپ کر آ گیا ہے۔ انہیں امام سیوطی کے نام سے بڑی محبت تھی۔ تین جلدوں میں نیا ایڈیشن آیا تھا۔ ان کے پاس کتاب تھی لیکن وہ نیا ایڈیشن نہیں تھا۔ میں نے ان کو بتایا تو فوراً میری طرف دیکھ کر کہا خرید لیا ہے؟ میں نے کہا خرید لیں گے؟ کیونکہ میں تو ان کی دلچسپی کو دیکھ کر بات کرنا چاہتا تھا۔ کہنے لگے خرید لو۔ اس روز شورکوٹ جانا تھا اگلے دن جب میں گیا تو پوچھا کہ نیا ایڈیشن خریدا ہے؟ میں نے کہا کہ خرید لیں گے۔ انشاء اللہ تو جیب سے پیسے نکال کر دیئے کہ شاید پیسوں کا کوئی مسئلہ ہے۔ مجھے اب ٹالنا مشکل تھا۔ میں نے وہ کتاب خریدی۔ تین جلدوں والی موٹی کتاب ہے۔ باریک مصری عربی ٹائپ ہے۔

مجھے حیرت ہے کہ جب میں دو یا تین دن کے بعد ان کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ ایک کتاب میں نے پڑھ لی ہے۔ پہلی جلد ختم کر لی۔

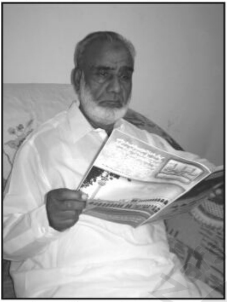

حاجی فضل کریم ملنے آئے تو آپ کتاب پڑھ رہے تھے۔ حاجی صاحب سے کہنے لگے جب تک پڑھتا رہتا ہوں تکلیف کا احساس کم ہوتا ہے۔ یہ کتاب سے محبت ان سے ملی ہے۔ ایک اور بات کہ محبت رسول ﷺ بھی انتہا کی تھی۔ یہ ہمارے خاندان کا امتیاز رہا ہے۔ ہمارے خاندان کے دور دور تک رشتے داروں میں چلے جائیں آپ کو عقائد کی پختگی ملے گی۔ یہ شاید بزرگوں کا فیضان ہے کوئی بھی نہیں ہلا۔ کئی قسم کے حالات رہے لیکن اسی دروازے پر رہے۔ ان کو بہت محبت تھی نبی اکرم ﷺ سے۔ میں کہا کرتا تھا ان کی محبت دیدنی ہے۔ لکھا بھی بہت ہے۔ ان کی ہاتھ سے لکھی ہوئی کتابیں تیرہ، چودہ ہیں۔ مختلف حوالوں سے لکھی ہیں۔

''محبت رسول ﷺ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کوئی نہیں بڑا''

آئمہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور صوفیاء کرام میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

☆: تدریسی پیشہ کب اختیار کیا؟

۞: 1959 میں ایم اے کیا۔ اسی سال 22 اکتوبر 1959 میں پڑھانا شروع کیا ابتدا گورنمنٹ کالج ساہیوال (منٹگمری) سے کی۔ فروری 1961 میں مظفر گڑھ فروری 1963 جوہر آباد۔ چھ سال وہاں رہا، وہاں کی زندگی بڑی پر لطف تھی، بڑی کتابیں پڑھیں۔ چھ سال بعد فیصل آباد گورنمنٹ کالج رہا 1977 پھر 78 میں سعودی عرب گیا تھا۔

دلچسپ واقعہ: شوق تھا کہ حرمین شریفین کے قریب رہا جائے۔ جب ڈائریکٹر جنرل سے ملنے گیا۔ میں نے کہا کہ آپ نے جو کچھ کرنے کو کہا ہے وہ سب کروں گا لیکن ایک شرط میری بھی ہے۔ حیران ہوا کہ پاکستانی یہاں آئے اور شرط بھی منوائے۔ دیکھ کر ہنس پڑا اور بولا کہ بتاؤ کیا شرط ہے۔ میں نے کہا کہ مہینے کے آخری ہفتے میں حرمین شریفین جایا کروں گا۔ پورا ہفتہ وہاں رہا کروں گا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جاؤں گا۔ کہنے لگا کہ اگر نہ جانے دیں تو میں نے کہا کہ پھر میں بددلی سے یہاں رہوں گا۔ کہنے لگا کہ وہ سات دن ہم آپ کو تنخواہ نہیں دیں گے۔ (اگرچہ مجھے تنخواہ پاکستان سے ملتی تھی اور وہ بھی دیتے تھے کیونکہ آفیشل ڈیوٹی تھی)۔

میں نے کہا کہ اتنے دن کی تنخواہ آپ کاٹ لیا کریں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ خوشی سے چھوڑ دوں گا، لیکن جانا ضرور ہے۔ سوچتا رہا پھر بلا کر تھپکی دی اور کہا تمہارا اعتماد دیکھ کر کہہ رہا ہوں جاؤ 22 سے یکم تک تمہاری چھٹی۔ اس طرح ریاض سے مکہ مکرمہ اور مدینہ شریف ہر مہینے حاضری دیتا رہا۔ کبھی By Air اور کبھی By Road۔ ریاض سے ایک ہزار کلومیٹر کا فاصلہ ہے، بلکہ دو سال میں ربیع الاول کے مہینے میں یکم سے پندرہ تک رہا۔ میلاد شریف کی محفلیں دیکھیں۔ عربوں کے گھروں تک گئے۔ احد پہاڑ کے قریب جو آبادی ہے وہاں تو بہت محفلیں ہوتی تھیں۔ جس ہوٹل میں مدینہ شریف ٹھہرا۔ اس کے منیجر سے میں نے یہ بات کہی کہ ہر مہینہ آیا کروں گا مجھ سے ایک دفعہ کرایہ طے کر لو، کیونکہ رش میں وہاں 50 ریال اور عام دنوں میں پندرہ ریال کرایہ ہو جاتا تھا۔ اس طرح بیس ریال فی دن طے کیا اور میں سیدھا اسی ہوٹل میں جاتا تھا۔ اس نے کبھی مجھ سے اصرار نہیں کیا۔ ایک دفعہ میں اپنے کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں باہر گیا تو ہوٹل کا مالک کھڑا تھا۔ مکی تھا، سلام کر کے اندر آ گیا۔ اس نے کہا کہ آج دوپہر کا کھانا آپ ہمارے ساتھ کھائیں۔ میں نے وجہ پوچھی تو بڑا ہنسا اور کہنے لگا ھــذا **مولود رسول اللہ ﷺ**۔ حضور ﷺ کا میلاد ہے اور میں نے دعوت کرنی ہے۔ دیگیں پکائیں۔ عربی کھانا قفشہ پکایا۔ اس کھانے میں چاول کم اور گوشت زیادہ ہوتا ہے۔ ایک بڑی سی ڈش بھر کر میرے کمرے میں بھیج دی۔ میں نے کہا میں اکیلا ہوں۔ انہوں نے کہا ہم نے سب کو اتنا ہی بانٹا ہے۔ وہاں مجھے معلوم ہوا کہ خالص عرب کے ہاں بھی میلاد کا ذوق موجود ہے۔

☆: کیا ان کی محفلِ میلاد ہماری طرح ہی ہوتی ہیں

۞: مسجد نبوی شریف کے بالکل سامنے ایک ہندی بزرگ استفا نامی کا گھر تھا۔ ان کی گلی کے سامنے مولانا ضیاء الدین علیہ الرحمہ رہتے تھے۔ یہ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد جب مسجد نبوی شریف بند کر دی جاتی تھی تو ہم مولانا ضیاء الدین کے گھر آ جاتے تھے،

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی ان دنوں نعتیں پڑھا کرتے تھے اور بھی بہت سے اصحاب تھے۔ میرے پاس ریکارڈنگ اب بھی موجود ہے۔ ٹیپ ریکارڈر خریدا ہی اسی لئے تھا کہ ان کی باتیں ریکارڈ کروں۔ مولانا ضیاء الدین کی دعا بھی موجود ہے۔ ایک دفعہ استغفا منزل میں محفل ہوئی تو وہاں سب نے کھڑے ہو کر سلام پڑھا اور لاؤڈ سپیکر بھی لگا ہوا تھا۔

ایک دفعہ مواجہ شریف سے گزر رہے تھے، اس زمانے میں رکاوٹیں نہیں تھیں۔ آج کل تو کوئی قریب بھی نہیں جا سکتا۔ میرے آگے ایک آدمی تھا۔ مجھے مہک آ رہی تھی جیسے گرم مصالحہ ہے۔ اس نے تبرک مواجہ شریف کو لگایا۔ شرطے نے اس کو پکڑ لیا کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ وہ بڑا جوان تھا اس نے شرطے کو دھکا دے دیا پھر اس کے بعد شرطوں نے اس کو پکڑ لیا اور لے گئے۔ میں بڑا پریشان ہوا کہ پتہ نہیں اس کو کتنا مارا ہوگا، لیکن اگلے دن جب میں مواجہ شریف گیا تو وہ جوان وہاں کھڑا تھا۔

☆: ڈاکٹر صاحب جب آپ پہلی مرتبہ مدینہ شریف گئے تو گنبدِ خضریٰ پر جب پہلی نظر پڑی تو کیا محسوس کیا۔

❁: اس وقت عجب محسوسات ہوتے ہیں کچھ یاد نہیں رہتا۔ PH.D کے THESIS کے دیباچے میں میں نے وہ منظر دیا ہے جو میں نے محسوس کیا۔ ریاض سے By air جب مدینہ منورہ گیا تو اعلان ہوا کہ مدینہ منورہ آنے والا ہے۔ کیفیت کی انتہاء ہوگئی، ساتھی پروفیسر کے بے حد اصرار پر یہ شعر پڑھا۔

یہ کہہ کہہ کے دل کو سنبھالا ہے میں نے
ٹھہر جا مدینہ قریب آ گیا ہے

آپ کو حیرت ہوگی کہ یہ غیر مسلم کا شعر ہے اور وہ وہاں گیا بھی نہیں ہوگا اسی کا ایک اور شعر ہے تصوراتی طور پر کہا:

جب کبھی جاتے ہیں مل کر سوئے طیبہ خوش نصیب
کارواں کے ساتھ گردِ کارواں ہوتا ہوں میں

زبان گنگ ہو جاتی ہے، اعصاب شل ہو جاتے ہیں، سمجھ نہیں آتی کہ کون سی دعا مانگی جائے، مواجہ شریف کے سامنے جب تھوڑی سی ہوش آئی تو یہ شعر کہا۔

حضور روضہ اقدس پر کھڑا ہوں
ندامت سے پسینہ آ گیا ہے

درود شریف ہی سارا وقت سہارا ہوتا ہے زندگی کا حسن ہی مکہ و مدینہ شریف میں ملتا ہے۔

☆: کیا زمانہ طالب علمی میں کسی طلبہ تنظیم سے تعلق رہا۔

❁: نہیں، ہمارے زمانے میں ایسی تنظیمیں نہیں تھیں۔ میرے خیال میں تنظیمی کام ہونا چاہیئے لیکن یہ کام بڑے خلوص سے ہونا چاہیئے، محبت سے ہونا چاہیئے لیکن طالب علم کو اپنی تعلیم نہیں قربان کرنا چاہیئے۔

☆: درس قرآن کا سلسلہ کب سے جاری ہے؟

❁: درس قرآن کا سلسلہ کافی عرصہ سے جاری ہے لیکن 4،5 سال سے مسلسل ہو رہا ہے سورہ مریم تک پہنچ گئے ہیں۔

☆: مستقل درس قرآن کے پروگرام کہاں کہاں ہو رہے ہیں۔

❁: میرے ذہن میں یہ آتا تھا کہ جو کالج کا طالب علم ہے جس نے عربی نہیں پڑھی، جو کسی مدرسہ میں نہیں گیا، نوکری کرتا ہے اس کو قرآن فہمی کا علم آنا چاہیے، اس کے لئے مدن پورہ میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا ہے ماشاء اللہ شرکاء کی تعداد جو پہلے دن تھی اسی طرح قائم و دائم ہے۔ عورتیں بھی آ رہی ہیں، مقصد یہ ہے کہ قرآن کا پیغام پہنچایا جائے۔ آپ کو ایک بات بتاؤں اگر آپ مخلص ہیں اور اسلام کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو آپ حکمت کے ساتھ محبت رسول ﷺ جوانوں کے دلوں میں دے دیں اس کے بغیر کچھ نہیں ہوگا۔ محبت رسول ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ مدن پورہ میں تو مستقل ہو رہا ہے۔ رضا آباد میں بھی کیا۔ شروع شروع میں سید ریاض حسین شاہ صاحب کے ادارہ تعلیمات اسلامیہ کے تحت کینال کالونی اور کوہ نور فلیٹ کے پاس بھی دورہ تفسیر پڑھایا ہے۔

☆: سید ریاض حسین شاہ صاحب سے آپ کا تعلق کب سے ہے۔

❁: بہت پرانا تعلق ہے۔ جب شاہ صاحب پوری جوانی میں تھے، جوش تھا۔ ہماری مسجد میں کئی بار تشریف لائے ہیں بلکہ ہم خود تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد دعوت دیتے رہتے تھے تشریف لاتے تھے، کیا خوبصورت درس دیتے تھے، گھر بھی تشریف لاتے تھے، جب میں وائس

چانسلر بن کر چلا گیا محی الدین یونیورسٹی میں تو وہاں جب بھی فرصت ملتی تو شاہ صاحب کے پاس چلا جاتا، کئی جلسوں میں شرکت کی بلکہ راولپنڈی میں بچوں کے سکول کے پروگرام میں بھی شرکت کی۔ شاہ صاحب سے تعلق عقیدت سے پہلے دوستی کا تھا ان کا خلوص ان کا جذبہ۔ آدمی جتنا مخلص ہو گا لوگ اتنا ہی کھنچ کر آئیں گے۔ یہ اثر خلوص کا ہوتا ہے علم کا نہیں، عالم تو اور بھی بہت ہیں، جگر مراد آبادی کا شعر:

صداقت ہو تو دل سینوں سے کھنچنے لگتے ہے واعظ
حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی

شاہ صاحب نے اپنے آپ کو منوایا ہے۔ ان کی کتابوں میں طرز تحریر بہت اچھا ہے۔ زبان پہ بڑا اچھا کنٹرول ہے۔ درس میں لفظوں کا بڑا پیچھا کرتے ہیں۔ میں نے کئی بار کہا کہ عربی پڑھتے پڑھتے نہیں پتہ چلتا کہ اس لفظ کے کتنے معنی ہیں لیکن شاہ صاحب ماشاءاللہ بتاتے ہیں اس کے دس ہیں، اس کے پندرہ معنی ہیں، لفاظی پر بڑی دسترس ہے۔

☆: تقریر کے ساتھ ساتھ تحریری میدان میں آپ کی تصانیف کون کون سی ہیں۔

❁: ایک تو THESIS جواب بہت بڑی کتاب کی صورت میں چھپ چکا ہے۔ مضامین تو ہزاروں کی تعداد میں چھپ چکے ہیں۔ دو دفعہ برطانیہ کافی لمبے عرصہ کے لئے گیا ''عقائد و ارکان'' بنیادی کتاب چھپی، اس کا انگریزی ترجمہ ہو رہا ہے۔

☆: تصوف کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

❁: اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے لوگ کہتے ہیں عنوان بڑا عجیب ہے ''تصوف۔ تلاش احسن کی ہمہ گیر تحریک'' احسن کی تلاش، بہتر سے بہتر کی تلاش، یہ نام میں نے احسان کے لفظ سے لیا ہے کیونکہ اس کا مرکز ہے۔

☆: پچھلے دنوں TV پر جاوید غامدی کا ''الف'' کے نام سے پروگرام آیا اس کا موضوع بہت غلط ہے کہ کیا تصوف ایک متوازی دین ہے؟

❁: اس پروگرام کی کیسٹ منگوائی جس میں تصوف کے بارے میں بہت غلط باتیں کی گئیں۔ مجھے بہت حیرت ہوئی کہ کیا ہو رہا ہے، پھر ہم نے خواجہ قطب الدین سے مل کر لاہور میں سیمینار بھی کروایا۔ سوال یہ ہے کہ ہمارے تصوف میں کتنے گھرانے ہیں، کتنے گدی نشین ہیں، کتنے آستانے ہیں، کسی کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ان اعتراضات میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر بڑا اعتراض کیا ہے، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ پر آوازیں کسی ہیں۔ کوئی چھوڑا ہی نہیں بلکہ اب سنا ہے کہ ڈاکٹر اسرار نے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کر دیا ہے۔ آج کل تو تصوف پر براحملہ ہو رہا ہے کیونکہ تصوف کے جانشین کام نہیں کر رہے۔ آج کل تصوف کو اپنی صحیح شکل میں سامنے لانا بہت ضروری ہے اب تصوف پر مسلسل کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے دو طریقے ہیں ایک تو تصوف کے بارے میں بات کی جائے دوسرا جو تصوف پر کتابیں لکھی ہیں اس کی شرح اس طرح کی جائے کہ جو اعتراض اٹھ رہے ہیں ان کا جواب آ جائے۔

☆: آپ کا سلسلہ بیعت کن سے ہے، اور وجہ؟

❁: نقشبندی سلسلہ، چورہ شریف۔

چونکہ دادا جان اور والد صاحب بھی انہیں سے بیعت تھے، اس طرح میں بھی سارے سلسلے ہی معتبر ہیں کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن دین کے قریب ترین سلسلہ نقشبندی ہے کیونکہ یہ سلسلہ شریعت کی پابندی کا قائل ہے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ شریعت کے بغیر تصوف مانتے ہی نہیں ''مجدد کا نظریہ تصوف'' پر کتاب بھی چھپ گئی ہے۔

☆: جماعت اہل سنت کے اکابرین کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

❁: اچھے لوگ ہیں، محنت سے کام کر رہے ہیں، منظم کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ سنا تھا سنی سیکرٹریٹ بن رہا ہے لیکن ابھی تک اس کی مکمل شکل بن کر سامنے نہیں آئی۔ شخصیات کو چھوڑ کر خالص دین کا کام ہونا چاہیئے، مشن کو آگے رکھنا چاہیئے۔

☆: آپ نے کبھی شاعری کی۔

❁: سوچا تھا۔

☆: پسندیدہ شعر۔

❁: پہلے بتا چکا ہوں عربی میں، فارسی میں، اردو میں ہر ایک زبان الگ الگ ہیں، بہر حال علامہ اقبال کا شعر ہے جو ہمارا عقیدہ بھی ہے حضور ﷺ کو مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں:

تو فرمودی رہ بطحا گرفتیم

☆: مختلف تنظیموں کے فلسفہ جہاد کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

۞: جہاد کا مادہ ''جہد'' ہے، جس کا مطلب ہے محنت کرنا، جہاد تو مسلسل جدو جہد کا نام ہے، نیکی کے راستے کی محنت، آج کل ایک ہی معنی سمجھا گیا وہ قتال ہے، وہ آخری شکل ہے جہاد کی، قتال حکومت کا حق ہوتا ہے۔ مکہ کا ظلم آج کے ظلم سے زیادہ تھا لیکن کسی صحابی نے خود کو نہیں مارا نہ خودکش حملہ کیا۔ یہ حکم سربراہ کا حق ہوتا ہے اور اس جہاد کا مقصد بھی نہیں ہوتا بلکہ اصلاح ہوتا ہے حضور ﷺ کا خوبصورت جملہ کہ ''یسـر و ولا تعسـر'' یہ جنگی لشکروں کو کہا گیا کہ آسانیاں پیدا کرانے کی ہیں تنگیاں نہیں کرنی۔ حضور ﷺ نے اخلاقیات کو پامال کرنے کا کبھی حکم نہیں دیا، پوری تاریخ اسلام میں کوئی ایک بھی واقعہ ایسا نہیں۔ یہ تو اسلام کو بدنام کر رہے ہیں بچے مر رہے ہیں۔ بوڑھے مر رہے ہیں، اسلام تو دینِ رحمت ہے، انتقام اور جہاد دو الگ چیزیں ہیں، علمی میدان میں آگے بڑھو۔

☆: پسندیدہ لباس

۞: شلوار قمیض

☆: رنگ

۞: زیادہ تر سفید اور ہلکے رنگ میں تیز رنگ کبھی نہیں پہنتا۔

☆: خوشبو

۞: جو بھی ہو ہلکی سی ہو، کوئی خاص نہیں، استعمال بھی کم ہی کرتا ہوں۔

☆: پسندیدہ پھول

۞: گلاب کیونکہ اس کو دیکھ کر درود پڑھنا چاہیئے

☆: شہر

۞: جذباتی بات پوچھ لی۔ دنیا میں شہر ہے تو وہ مدینہ منورہ ہے، عقیدتوں کا محور ہے۔ سارے تو رہ بھی نہیں سکتے اور رہنا بھی نہیں چاہیئے کیونکہ اس شہر کا ماحول ہی مقدس ہے۔ رہائش کے حوالے سے فیصل آباد کیونکہ والدین یہاں ہیں۔

☆: پھل

۞: کئی قسم کے ہیں لیکن سیب

☆: سیاسی لیڈر

۞: بہت مشکل سوال ہے۔ بہت عمیق عینک لگا کر عدسہ سے ڈھونڈنا پڑے گا۔ پاکستان کے حوالے سے تو قائداعظم کے بعد کوئی نہیں، محمد علی جناح، سب کچھ اس پر ختم ہوگیا۔

☆: مذہبی لیڈر

۞: کسی زمانے میں مولانا ابوالحسنات قادری۔ بعد میں محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث

☆: پسندیدہ کھیل

۞: فٹ بال سکول لائف میں

☆: پسندیدہ کتاب

۞: سیرت ابن ہشام

☆: سواری

۞: جو مل جائے

☆: زندگی میں سب سے زیادہ صدمہ

۞: زندگی میں بہت سے نقوش تو مٹ چکے ہیں۔ ایک تو جب 1947 میں اپنا گھر چھوڑ کر آئے ہجرت کے وقت۔ دوسرا صدمہ جب ایوب خان نے مارشل لاء لگایا، کیونکہ جو مقصد لے کر آئے تھے گیارہ سال بعد ہی اس کو ختم کر دیا۔

☆: تنہائی اچھی لگتی ہے یا محفل

WWW.NAFSEISLAM.COM

﷽ : دونوں ہی اچھی لگتی ہیں۔ کبھی تنہائی اور کبھی محفل، لیکن محفل علمی ہو تو اچھی لگتی ہے۔

☆ : قارئین کے نام کوئی پیغام

﷽ : خواہش ہے کہ جو چھپے وہ مستند ہو اور پڑھنے والا خلوص سے پڑھے۔ مستند چھاپئے، معیاری کام کیجئے، بے لوث کیجئے اور اس کی پرواہ مت کریں کہ کوئی appreciate کرتا ہے کہ نہیں، اللہ کے ہاں اجر ملے گا۔

☆☆☆

مہر جہاں تاب کی روشن کرنیں

ایک درس ایک خطاب

سید ریاض حسین شاہ

عن ابی هریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللّٰہ علی وسلم ان من الذنوب ذنوباً لا تکفرھا صلوٰۃٌ ولا صیامٌ ولا حجّ ولا العمرہ، قالوا فما یکفرھا یارسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال الھم فی طلب المعیشہ

(مؤطاامام مالک، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، الترغیب والترہیب)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک گناہوں میں سے کچھ گناہ ایسے بھی ہیں کہ نماز نہ روزے اور نہ حج اور نہ عمرہ ان کا کفارہ نہیں بن سکتے۔ اصحاب نے عرض کی پھر ان گناہوں کا کفارہ کیا چیز بن سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: طلب معیشت میں متوجہ ہونا یعنی رزق کی طلب میں فکر کرنا۔

رسول اللہ ﷺ نے انسان کو باوقار، خوبصورت اور جاذب نظر زندگی گزارنے کی تلقین فرمائی۔ آپ ﷺ کا دین زندگی کے سوتوں اور سرچشموں سے بے نیاز نہیں بناتا۔ آپ کی نگاہ بے کس پناہ دیکھ رہی تھی کہ وہ لوگ جو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں وہ معاشرے کے زوال کا سبب بن جاتے ہیں۔ نکما آدمی سب سے پہلے اپنی خودی اور استغنا کی چادر ادھیڑتا ہے پھر اس کے بعد سوسائٹی کو دیمک کی طرح چاٹنا شروع کر دیتا ہے۔ باہمت لوگ معاشرے کی رگوں میں برقی لہر کی طرح دوڑتے ہیں اور اس طرح معاشرہ جگمگانے لگ جاتا ہے۔ بعض لوگ اپنی سستیوں اور نکمے پن کو مذہب کا لبادہ پہنا دیتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ایسی طبیعتیں رکھنے والے لوگوں کو کس احسن انداز میں سمجھایا کہ نماز، روزے اور حج عمرے گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں اور یقیناً بنتے ہیں لیکن معاشی بدحالی کو سہولت اور راحت کے صراطِ مستقیم پر لانے کے لئے ہمت درکار ہوتی ہے، معاشی منصوبہ بندی کرنا پڑتی ہے اور پھر منصوبوں کے خاکوں میں عمل اور سعی کا رنگ بھرنا پڑتا ہے۔

الھم فی طلب المعیشہ

کتنے خوبصورت لفظ ہیں

کتنی احسن ترکیب ہے

اور معانی اور مطالب کا ایک سیلِ رواں حدیث کے حرف حرف سے پھوٹ رہا ہے۔

الھــم میں فکر بھی ہے، منصوبہ بندی بھی ہے، غم اور حزن کی لہر بھی ہے اور سب سے بڑھ کر ہمت و ارادہ اور عزم و سعی اور تگ و تاز کا درس بھی ہے۔

کعب بن عجرہ ؓ فرماتے ہیں:

ایک شخص حضور انور ﷺ کے پاس سے گزرا۔ حضور ﷺ کے اصحاب نے اس کی چابک بدنی اور چستی کو دیکھ کر کہا یارسول اللہ ﷺ کاش یہ شخص اللہ کی راہ میں ہوتا۔۔۔۔۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر یہ شخص اپنی کم سن اولاد کے لئے روزی کمانے جا رہا ہے تو یہ اللہ کی راہ ہی میں ہے۔

اگر یہ اپنے کمزور اور بوڑھے والدین کی خاطر روزی کمانے نکلا ہے تو بھی یہ اللہ کے راستہ میں ہے۔

اگر یہ اپنے آپ کو سوال کرنے کی ذلت سے بچانے کی خاطر نکلا ہے تو پھر بھی یہ اللہ کی راہ میں ہے۔

ہاں اگر اسے ریاکاری اور مفاخرت گھر سے نکال لائی ہے تو پھر یہ شیطان کی راہ میں ہے۔

(الترغیب والترہیب)

حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے:

طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضہ

''رزق حلال کی طلب کسی بھی فریضہ سے اہم ذمہ داری ہے۔۔۔''

نکما انسان ایک بے بس بت ہوتا ہے۔ سستی انسان کو بے وقار بنا دیتی ہے۔ کوتاہیوں اور کام چوری کی دنیا میں رہنے والا بے وقعت انسان آہستہ آہستہ سب کی نظر میں گر جاتا ہے۔ ماں باپ شفقت سے اس کے بارے میں کوفت محسوس کرتے رہتے ہیں۔ اولاد اس سے تنگ پڑ جاتی ہے۔ دوست وفا بھی کریں تو بھی کب تک ایک وزنی پتھر کو کندھوں پر اٹھائے رکھیں۔

دور اول کے ادب پاروں سے ایک نقش جمیل ملاحظہ ہو:

دوپہر ہے اور گرمی کی لو سے پتھروں کی پیشانیاں جیسے پسینے سے بھیگ چکی ہیں۔ حضرت عثمان ؓ اپنے گھر کے بالائی حصہ میں مقیم

ہیں۔ تمازت آب ہوائیں زمین کے پیٹ پر چلنے والوں کے چہروں کو جھلسا رہی ہیں۔ حضرت عثمان ؓ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص دو اونٹوں کو ہانکتا ہوا آ رہا ہے۔ حضرت عثمان نے تعجب سے اس شخص کو دیکھا اور سوچا کون سی ضرورت اس بندۂ خدا کو اس دوپہر میں اونٹ ہانکنے پر مجبور کر رہی ہے۔ اپنے غلام سے کہا پہچانو یہ شخص ہے کون؟ غلام نے کہا امیر المؤمنین "عمر بن الخطاب"

حضرت عثمان نے آواز دی:

عمر ؓ کہاں سے آئے ہو اور کہاں جا رہے ہو؟

اس سخت موسم میں آرام کیا ہوتا۔

عمر کہنے لگے "صدقہ کے یہ اونٹ پیچھے رہ گئے تھے جبکہ دوسرے مال مویشی چراگاہ میں پہنچ چکے ہیں۔ میں نے سوچا ان دو اونٹوں کو بھی دوسرے اونٹوں کے ساتھ چراگاہ تک پہنچا دوں کہیں یہ بچھڑ نہ جائیں اور قیامت کے دن ان کے بارے میں مجھ سے پوچھ نہ ہو"

حضرت عثمان ؓ نے عرض کی:

امیر المؤمنین ؓ تھوڑی دیر اندر آ جائیں اور سائے میں آرام فرما لیں تا کہ ہم آپ کی خدمت کریں۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا:

تم اپنے سائے میں اندر چلے جاؤ

حضرت عثمان ؓ

ہمارا ایک غلام جو آپ کی جگہ کام کر سکتا ہے

اب امیر المؤمنین کی پاٹ دار آواز گونجی اور فرمایا:

عد الی ظلک

تم واپس سائے میں چلے جاؤ

حضرت عثمان ؓ نے تاریخی الفاظ ارشاد فرمائے:

من احب ان ینظر الی القوی الامین فلینظر الیٰ ھٰذا

جو کسی قوی، مضبوط اور ایماندار شخص کو دیکھنا پسند کرتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

اسلام نے محنت سکھائی، لوگوں کے وجود سے سستیاں نوچ کر دور پھینکیں۔ رزق حلال کمانے کو خدا کی دوستی قرار دیا۔ وہ لوگ جو رزق حلال کمانے کے لئے حضور ﷺ کی سنت نہیں اپناتے وہ اپنے آپ کو ایک گہرے غار میں اوندھا پھینک دیتے ہیں جہاں تاریکی ہی تاریکی ہوتی ہے۔ دبیز سیاہیاں مقدر بن جاتی ہیں۔ ظلمتوں میں بسنے والے انسان ڈھیرے ڈھیرے سماعتوں سے محروم، بصارتوں سے عاری اور سوچ اور فکر بعید ہو جاتے ہیں۔ محرومیاں ان کو مجبور کرتی ہیں تو وہ کھانے کے لئے کبھی اپنا اور کبھی دوسروں کا گوشت نوچتے ہیں۔ نوبت بآں جا رسید کہ لٹے کٹے اور پٹے لوگ پھر عصمتوں، عفتوں اور معصومیتوں کے سوداگر بن جانے کی دہلیز پر پہنچ جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کا اسوہ، آپ کی سیرت اور آپ کے روشن بیانات در در پر لٹنے سے محفوظ رکھنے کیلئے تعلیم دیتے ہیں

نکمے نہ بنو۔۔۔

نکھٹو ہونا جرم ہے۔۔۔

کسی کے دروازے پر سوالی بن کر نہ جاؤ۔۔۔

بلکہ

رزق حلال کمانے کو دین سمجھو

مضبوط معیشت ہی مضبوط اور مستحکم دین کی بنیاد ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اے لوگو اللہ سے ڈرو!

طلب رزق میں جمال اور حسن رکھو

بلا شبہ کوئی بھی شخص اپنا سارا رزق حاصل کرنے سے پہلے مرتا نہیں

یہ ہے کہ رزق پہنچنے میں تاخیر ہوسکتی ہے
میں پھر کہتا ہوں کہ تقویٰ اختیار کرو
اور اچھے طریقے سے رزق طلب کیا کرو
حلال لو اور حرام کو چھوڑ دو (ابن ماجہ شریف، الترغیب وترھیب)
زندگی ایک قیمتی سرمایہ ہے اسے ضائع ہونے سے بچانا چاہیئے۔ دنیا میں طلب حسنہ اور آخرت میں طلب حسنہ حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے۔
کامیابی اسوۂ حسنہ کو اپنانے ہی میں ہے۔

☆☆☆

حدِ افلاک کے اس پار بھی میں تھا

حافظ شیخ محمد قاسم

انسانی زندگی کا معاشرتی حسن لوگوں سے پیار کرنا، ان کی طرف توجہ دینا، ان کے مسائل کو سمجھنا اور پھر مخلصانہ انداز میں انہیں حل کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ یہ حضور ﷺ کی سنت ہے: ’’آپ ﷺ شدید مصروفیت کے باوجود لوگوں کو سنتے تھے‘‘۔

یہ وہ باتیں ہیں جو شاہ جی نے امریکہ پہنچنے کے بعد فون پر مجھ سے کیں۔ شاہ جی کی باتوں نے ہمیشہ کی طرح اپنے اندر سمولیا۔ اس مرتبہ یہ دورہ اس لئے بھی شدت زیادہ رکھتا تھا کہ شاہ جی ہم سے کافی دور بیٹھے تھے۔ اسے محبت کہئے، ضرورت سمجھئے یا پھر ریا کاری کچھ نہ کچھ صداقت اس میں ہے کہ میں نے نوید بھائی سے فون پر عرض کی کہ ممکن ہو تو شاہ جی کی باتیں اور حکایتیں نذر قرطاس کرنے میں میری مدد کریں، تو بھائی نوید نے ایک ڈانٹ پریڈ کی کہانی سنادی۔

شاہ جی ناشتہ 10:30 پر کرتے ہیں۔ دو موقعے شاہ جی سے مستفیض ہونے کے لئے بڑے خوبصورت اور فیض بار ہو سکتے ہیں۔ صبح کی نماز سے لے کر اشراق تک اور پھر ناشتہ سے لے کر نماز ظہر تک کے اوقات میں طبیعت عام طور پر عاش باش ہوتی ہے اگر آپ نے پڑھانا نہ ہو تو شاہ جی جمالیاتی حسوں کو اس وقت بڑی تازگی بخشتے ہیں۔

نوید بھائی کہتے ہیں آج ناشتے کے وقت طبیعت بوجھل تھی اور آپ خاموشی سے چائے نوش فرما رہے تھے۔ ڈاکٹر ظفر اقبال نوری نے سکوت توڑا اور عرض کی آپ کا مزاج مبارک آج بوجھل محسوس ہو رہا ہے؟ فرمانے لگے ’’نہیں‘‘ نوری صاحب آپ صبح پڑھانے کے لئے مرکز تشریف لے جاتے ہیں۔ یہاں ہم مسجد سے محروم ہیں۔ میرا آج تیسرا دن ہے، صبح کی اذان دیتا ہوں لیکن آپ کے مہمان میرا ساتھ نہیں دیتے اور مجھے اکیلے نماز ادا کرنی پڑتی ہے۔ نوید بھائی اگر آپ شفقت فرمادیں تو میرے ساتھ میری ضرورت کی تکمیل کے لئے جماعت میں شامل ہو جایا کریں۔ آپ حیران ہوں گے کہ میں نے اس بات کو ڈانٹ پریڈ سے تعبیر کیا کہ شاہ جی کا خاموش ہو جانا، بات نہ کرنا اور کسی کو نظر سے نہ نوازنا، ڈانٹ سے بھی زیادہ عذاب جان بن جاتا ہے۔

دکھ اور خوشیاں جب مسلسل تجربے بن جائیں تو شاعری جنم لیتی ہے۔ شاہ جی کے مرشد گرامی نے شاہ جی پر پابندی لگادی تھی کہ تم شاعری نہیں کر سکتے، قافیئے، ردیف سوچنے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ قرآن حکیم کی تلاوت کرو، اللہ کا ذکر کرو اور محبوب ﷺ پر درود پڑھو، البتہ شاعری سے مقصدیت روشن کی جاسکتی ہے اور اسے پڑھنے اور سننے سے جمالیاتی سرچشموں سے قرب پیدا کیا جا سکتا ہے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ دکھوں اور خوشیوں کے تجربے، جذبے اور احساس پیدا کرتے ہیں اور یہیں سے شاعری جنم لیتی ہے۔ اگر صاحب حزن وملال اظہار کے قالب پر قفل چڑھالے تو کردار اور صاف کردار کی دنیا بڑی واضح نظر آنے لگ جاتی ہے۔

شاہ جی کے ایک سنگی ہیں اور وہ کوہاٹ کے رہنے والے ہیں ان کا نام عامر ہے۔ شاہ جی کو ان سے خاصہ لگاؤ ہے اور وہ بھی شاہ جی کی بے لوث خدمت کرتے ہیں۔ ان دنوں وہ امریکہ کے مشہور شہر اٹلانٹک سٹی میں مقیم ہیں۔ شاہ جی رات میں اگر دو بجے بھی نیویارک سے فارغ ہوں تو آپ نے قیام عامر کے پاس کرنا ہوتا ہے۔ اس مرتبہ عامر کا اصرار تھا کہ چند فیملیز کو شاہ جی سے ملاقات کروائی جائے۔ شاہ جی خود بتاتے ہیں کہ ایک فیملی عامر بیٹے نے ملائی، طبیعت پر اداسیوں کا ہجوم سا چھا گیا، لگتا تھا جیسے کسی نے پس زنداں بند کر دیا ہو۔ عامر کا کہنا ہے شاہ جی لال سرخ ہو گئے اور جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ میں لوگوں سے ملاقات کروا کر پریشان سا ہو گیا اور شاہ جی کے پاؤں پکڑ لئے۔ آپ نے وہاں تو کوئی بات نہ کی، راستے میں نوید کو کہانی بتادی کہ جو لوگ مجھ سے ملنے آئے تھے ان میں ایک خاتون سے میں نے پوچھا تمہارا خاوند کیا کرتا ہے اور اس کا نام کیا ہے۔ بتایا گیا اس مسلمان خاتون کے خاوند کا نام ’’داس‘‘ ہے اور وہ ایک ریسٹورنٹ کا مالک ہے۔ شاہ جی پر رونے کا دورہ پڑ گیا۔ سارا راستہ روتے رہے اور بار بار فرماتے اکثر گھروں میں ناسازگار حالات کی وجہ نحوست ہوتی ہے، بے دھڑک کبائر کا ارتکاب کیا جاتا ہے لیکن توبہ نہیں کی جاتی۔ اس سے بیماریاں، بے چینیاں اور خرابیاں جنم لیتی ہیں۔

آپ نے فرمایا اس خدا کی بندی کو دیکھو یہ مسلمان ہے اس کو کوئی مسلمان خاوند نہیں ملا، اس نے ہندو سے شادی کر لی۔ مسلمان لڑکی ہندوؤں سے کیسے شادی کر سکتی ہے؟ آپ ورجینیا پہنچے تو فرمانے لگے ’’میں پھٹ کر مر جاؤں گا مجھے کسی جنگل میں لے جاؤ‘‘۔ حسب الارشاد دریائے پوٹامک کے کنارے چلے گئے۔ تیز برف پڑ رہی تھی، خوفناک دریا کی دبیز لہریں جیسے نگل جانے پر آمادہ تھیں۔ آپ گاڑی سے باہر کھڑے ہو گئے اور بھیگ گئے۔ تھوڑی دیر بعد جسم ٹھٹھر رہا تھا اور آپ اپنی گاڑی میں بیٹھے فرما رہے تھے۔ ’’یا اللہ عذاب نازل نہ فرمانا۔ کریم اللہ! مسلمانوں کی حالت پر رحم فرمادے‘‘۔

ہمارے شاہ جی اعتماد اور ایقان کے آدمی ہیں۔ آپ جس دور میں جی رہے ہیں آپ کے فنی، علمی، تنظیمی اور تحریکی ہزاروں ہم سفر ہیں، لیکن شاہ جی ان سب میں منفرد ہیں، سب پر چھائے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ آپ آنکھیں بند کر کے جب کھولتے ہیں ’’کشف‘‘ برستا ہے۔ آپ

WWW.NAFSEISLAM.COM

کے لفظے گنجینۂ ادب بن جاتے ہیں۔آپ کی باتیں عکس آیات معلوم ہوتی ہیں۔آپ کی گفتگو اسرار دین کی ملکوتی توضیح محسوس ہوتی ہے اور شاہ جی کی تحریریں ''دردو غم کتنے کیے جمع تو دیوان ہوا'' کی مصداق بن جاتی ہیں لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شاہ جی اپنا مومنانہ کردار داغ دار نہیں ہونے دیتے۔ مجھ سے اکثر ساتھی شکوہ کرتے ہیں کہ لکھتے ہوئے میں بڑا ہو جاتا ہوں، اس لئے میں اب چاہوں گا کہ اپنے قد کے مطابق لکھنے کی طرف بڑھوں لیکن کیا کروں شاہ جی کی بزرگی پھر کرامت بتا دیتی ہے کہ میری چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی خواہ مخواہ عظمت نظر آنے لگ جاتی ہے۔

ایک قصہ پڑھیئے اور سماعتوں اور روحوں میں رس گھولئے۔ایک شخص جو کاروانوں کے لئے رہنمائی کی مستند علامت تصور کیا جاتا ہے، کتنے میٹھے کردار کا حامل ہے۔شاہ جی نے آج سے کافی عرصہ پہلے کویت کا دورہ کیا۔دعوت دیوان حضوری کے زیب سجادہ پیر دلدار علی شاہ نے دی۔ اہتمام سید فیاض شاہ نے کیا۔پیر سید یوسف الرفاعی جو کویت کے وزیر اوقاف بھی رہے، ان کے دیوانیئے میں محمد اکرم نامی ایک آدمی سے شاہ جی کی ملاقات ہوئی۔اس دورہ کے دو تین سال بعد ہی کویت اور عراق کی جنگ شروع ہوگئی۔کویتی عوام دربدر ہوگئی۔پاکستانی لوگ واپس ارض وطن میں آ کر آباد ہو گئے۔کویتی دینار پاکستان آنے والے لوگوں کے گھر میں بچوں کے کھلونے بن گئے۔محمد اکرم نے ایک تھیلا جس میں لاکھوں دینار تھے شاہ جی کے پاس امانت رکھ دیئے۔کئی سال بعد کویت کو آزادی نصیب ہوئی اور تمام مہاجرین واپس کویت کی طرف لوٹ کر جانے لگے۔منسوخ اور معطل کرنسی دوبارہ بحال ہوگئی لیکن زیادہ تر لوگ دینار ضائع کر بیٹھے۔محمد اکرم نامی شخص شاہ جی کے پاس آیا اور عرض کی شاہ جی پرانے دیناروں کی ایک پرانی تھیلی آپ کو امانت دی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ اب دوبارہ اس کی طلبی کوئی معنی نہیں رکھتی، لیکن سلامت ہونے کی صورت میں، میں اور آپ دونوں کروڑ پتی بن سکتے ہیں۔شاہ جی اندر گئے اور اس کا تھیلا واپس اسے تھما دیا اور مسکراتے ہوئے فرمایا ''تو آپ خود ہی کروڑ پتی بن جائیں'' ہمارے لئے حکم یہی ہے کہ امانت اہل لوگوں تک پہنچا دیں وگرنہ ہمیں صادق اور امین کی اولاد کون تسلیم کرے گا۔

میں کس طرح تجھے دیکھوں نظر جھجکتی ہے
تیرا بدن ہے کہ یہ آئینوں کا دریا ہے

شاہ جی میرا کالم صحیح فرمانے لگے تو میرے اس شعری حوالے کی چٹکی لے لی اور خود ہی اپنے قلم سے محسن کا دوسرا شعر لکھ دیا:

یہ ختم وصل کا لمحہ ہے رائیگاں نہ سمجھ
کہ اس کے بعد وہی دوریوں کا صحرا ہے

نوید بھائی کا کہنا ہے کہ شاہ جی جب سے بیماریوں کے گھیرے میں محصور ہوئے ہیں، سفر تقریباً بزنس کلاس میں کرتے ہیں۔اس مرتبہ مجھے آپ کی خدمت کے لئے امریکہ آپ کی معیت میں سفر کرنا تھا لیکن ٹکٹ اکانومی کلاس کا مل سکا۔روانگی کے وقت جب امیگریشن سے فارغ ہوئے اور میں نے چاہا کہ شاہ جی بزنس لاؤنج میں تشریف لے جائیں۔وہاں اکانومی کلاس کا مسافر نہیں بیٹھ سکتا۔شاہ جی میرے ساتھ وہیں باہر پبلک لاؤنج میں تشریف فرما ہو گئے، میں نے منت سماجت کی کہ آپ اندر آرام فرمائیں لیکن آپ نے انکار فرما دیا اور فرمایا ''ہمہ یاراں جنت'' میں نے جملہ مکمل کرتے ہوئے عرض کی ''ہمہ یاراں دوزخ''، لیکن شاہ جی نے بات کاٹ دی اور فرمایا نہیں صرف جنت، ''ہمہ یاراں جنت''۔

ایک ہے رستہ ہم دونوں کا
دیکھیں کون کہاں تک جائے

کوثر جاوید شاہ جی کے محبوب قسم کے دوست ہیں۔صحافی ہیں اور امریکہ کی وسعتوں میں ان کی صحافت تمکنت رکھتی ہے لیکن شاہ جی کہتے ہیں کہ میں کوثر سے ان کی صحافت کی وجہ سے متاثر نہیں وہ دائم الفکر اور قائم العمل انسان ہیں۔ ہر وقت کام، کام اور کام ان کا مشغلہ ہے۔شاہ جی نے ان کا ذکر کرتے ہوئے حضور ﷺ کی حدیث سنائی:

''اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اعمال وہ ہیں جو ہمیشہ کئے جائیں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں''۔

کوثر کی عملی استقامت قابل رشک ہے۔گزشتہ سال ظفر نوری نے ایک میلاد شریف کی محفل میں کوثر بھائی کی یقین دہانی سے اعلان کر دیا کہ آئندہ سال کیپیٹل ہل پر میلاد شریف ہوگا اور اس میں شاہ جی خصوصی خطاب کریں گے۔اس مرتبہ کوثر بھائی کچھ ڈھیلے نظر آنے لگے اور اجازت بھی مسئلہ بن گئی لیکن شاہ جی مصر تھے کہ ہر قیمت پر کیپیٹل ہل پر میلاد ہونا چاہیئے، جو لوگ اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتے وہ کامیابیوں کے ثمر سے محروم رہتے ہیں۔شاہ جی کا قافلہ بالٹی مور کی طرف رواں دواں تھا اور سرمئی شام کے مسحور کن نظارے فضاؤں میں گیت اگل رہے تھے۔کوثر جاوید نے موبائل پر ایک کال سننے کے بعد مبارک باد دی کہ کیپیٹل ہل پر میلاد النبی ﷺ کی تقریب منعقد کرنے کی اجازت مل گئی ہے

لیکن ایک مشکل ہوگی کہ وہاں سب کو پینٹ کوٹ پہن کر جانا ہوگا۔ شاہ جی نے فرمایا کوثر بھائی ہم اپنی پگڑی اور مشرقی لباس کہاں لے جائیں گے۔ کوثر جاوید نے کہا آپ کے لئے ہم ''استثنا'' حاصل کرلیں گے۔ حضور ﷺ کی نظر ہوگئی اور اللہ نے کرم کردیا اگلے دن سب شرکاء کے لئے پاکستانی لباس کی اجازت مل گئی اور ایک دن بعد کیپیٹل ہل کی وقیع عمارت میں حضور ﷺ کا تاریخی میلاد منایا جارہا تھا۔ ظفر اقبال نوری کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو تھے اور شاہ جی کی گرجدار آواز اسوۂ رسول ﷺ، سیرت طیبہ اور اسلام کا آفاقی پیغام سنا رہی تھی۔ نوید بھائی کہتے ہیں کہ میرا تخیل مدینہ سے کربلا اور کربلا سے واشنگٹن کی اس اہم عمارت میں مولائیوں کی برکات برستے دیکھ رہا تھا۔ شاہ جی کے الفاظ تاریخی امانت کی حیثیت رکھتے ہیں اور مغربی افکار کے دروازوں پر لگے ہوئے تالوں کے لئے ایک چابی کی حیثیت اختیار کرگئے۔

آپ نے فرمایا:

> لوگو! ہم ایک اللہ کے ماننے والے ہیں۔ اسلام ہمارا دین ہے اور ہمارے ہر عقیدے، ہر فکر اور ہر تاریخی اقدام کی سند حضور ﷺ کی ذات ہے۔ آپ پیغمبر امن ورحمت ہیں۔ امین آپ ہی کا لقب ہے۔ رحمۃ اللعالمین آپ ہی کی ذات ہے۔ بلدالامین کے پرامن نظارے آپ ہی کے فیض کے تابندہ سرچشمے ہیں۔
>
> آج پوری دنیا کو دہشت گردی اور انتہا پسندی جیسے مسائل کا سامنا ہے لیکن ان کو طاقت اور قوت سے دبانے سے حل نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے پیغمبر امن ورحمت کے عدل، انصاف، صبر وتحمل، برداشت اور انسانی مساوات کی تعلیمات کی پیروی ناگزیر ہے۔ تہذیبوں کے تصادم کے نظریہ سازوں کی بجائے آج کی مضطرب اور بے چین دنیا کو محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کے دامن رحمت ہی میں پناہ میسر آسکتی ہے۔
>
> واشنگٹن کی اسی اہم جگہ پر دنیا بھر کی اقوام کے بارے میں پالیسیاں وضع کی جاتی ہیں، فیصلے کیے جاتے ہیں، اس لئے یہاں ہم عید میلادالنبی ﷺ کی تقریب منعقد کرکے یہاں کے پالیسی سازوں تک عدل وانصاف اور امن ومحبت پر مبنی اسلام کی حقیقی تعلیمات کا پیغام پہنچانا چاہتے ہیں کہ اس بے غبار حقیقت کو تسلیم کیا جائے کہ حضور ﷺ انسانیت کے لئے امن کے پیغامبر ہیں اور ان کی اتباع ہی سے ہم عالمی مسائل حل کرسکتے ہیں۔

☆☆☆

اوقاتِ کار میں معلم کی سرگرمیاں

پروفیسر کریم خان
سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج بنوں

معلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ادارے میں بروقت پہنچے، دیر سے پہنچنا نہ صرف معاہدہ ملازمت کی خلاف ورزی ہے بلکہ پیشہ وارانہ ضابطہ اخلاق کو توڑنے کے مترادف ہے۔ یہ انسانی شخصیت کی کمزوری ہے کہ وہ فرائض منصبی کی ادائیگی کے لئے تاخیر سے پہنچنے کو عادت بنالے۔ احساس ذمہ داری کا مطالبہ ہے کہ معلم وقت کی پابندی کو اپنے اوپر لازم کرلے۔ تاخیر سے پہنچنے کے دوررس نقصانات ہوتے ہیں۔ اس طرز عمل سے عادت بگڑ جاتی ہے۔ سستی اور کاہلی انسان پر چھا جاتی ہے۔ ضروری کام ادھورے رہ جاتے ہیں۔ بعض کام عدیم الفرصتی کی وجہ سے جلد نمٹائے جاتے ہیں۔ غیر ضروری عجلت میں کام بگڑ جاتے ہیں۔ معلم متعلم کے لئے نمونہ ہوتا ہے۔ دیر سے آنے کی عادت اور وقت کی پابندی نہ کرنے کے رویئے سے طالب علم کی شخصیت پر بڑے تعلیمی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ معلم کو معمار قوم کہا جاتا ہے۔ قومی تعمیر اور طلبہ کی سیرت کی تعمیر وتشکیل کیسے ہوگی۔ اگر معلم تدریسی عمل کے لئے پابندی وقت کے ساتھ نہ پہنچے۔ معلم کا فرض بنتا ہے کہ عزم مصمم کی بنیاد پر ادارے میں اور پڑھائی کے پیریڈ میں بروقت پہنچے۔ وقت بڑی دولت ہے، اس کا ضیاع سراپا نقصان دہ ہے۔

مدرس جب ادارے میں پہنچے تو اس کے ذہن میں یہ واضح منصوبہ ہونا چاہیئے کہ رجسٹر حاضری میں معروف طریقے کے مطابق حاضری لگا دے۔ رجسٹر حاضری اداراتی ضابطہ کی اہم تحریر ہے۔ رجسٹر میں قطع و برید سے اجتناب کیا جائے۔ ورنہ اندراج مشکوک ہوجائے گا۔ رجسٹر میں قطع و برید (cutting) ناگزیر ہو تو ثبوت کے طور پر فرد مجاز (Competent Authority) کا دستخط ضروری ہے۔ رجسٹر حاضری آنے اور جانے کے وقت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ ایک دستاویز ہے جو معلم کی حاضری اور غیر حاضری کو ادارے میں ظاہر کرتا ہے۔ ادارے کے سر براہ کے لئے مناسب ہے کہ اوقات کار شروع ہونے کے ایک گھنٹہ بعد رجسٹر حاضری میں اندراجات کا جائزہ لے اور رجسٹر میں مناسب جگہ پر روزانہ دستخط کرے۔

تعلیمی ادارے میں اسمبلی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسمبلی کے انعقاد کو زیادہ با مقصد بنانا چاہیئے۔ تلاوت قرآن مجید، حمد و نعت اور قومی ترانے کے علاوہ اخلاقیات کے حوالے سے تین منٹ تک تقریر ہونی چاہیئے۔ طلباء کے ناخن اور لباس کی صفائی کا معائنہ کرنا چاہیئے۔ طلباء پر واضح کر دینا چاہیئے کہ جسم اور لباس کی صفائی انسانی شخصیت کا حصہ ہے۔ اسمبلی کے ختم ہونے پر طلباء کو منظم طریقے سے قطاروں میں کلاس رومز میں لے جایا جائے۔ نظم و ضبط سکھانا درسگاہ کا اہم فریضہ ہے۔ فرد اور معاشرے کی زندگی نظم و ضبط سے پروان چڑھتی ہے۔ نظم و ضبط (Discipline) کے فقدان سے معاشرتی شیرازہ بکھر جاتا ہے۔

کلاس رومز میں بیٹھنے کے بعد اساتذہ کا کلاس رومز میں بروقت پہنچنا ضروری ہے۔ تاخیر سے پہنچنے کی عادت غیر پسندیدہ ہے۔ اسمبلی میں حاضری نہ لگی ہو تو متعلقہ استاد فوری طور پر حاضری لے اور مضمون کی پڑھائی کا آغاز تسمیہ پڑھ کر کرے۔

طریقۂ تدریس (Method of Teaching) نظام تعلم میں بہت اہم ہے۔ اس لئے مناسب طریقہ تدریس کے عمل کو آگے بڑھایا جائے۔ سمعی اور بصری معاونات یعنی تختہ تحریر، نقشہ اور چارٹ وغیرہ کو دوران تدریس مؤثر طریقے سے استعمال کیا جائے۔ طریقہ تدریس موزوں نہ ہو تو تدریس کے مقاصد حاصل نہ ہوسکیں گے۔ اس لئے معلم کو چاہیئے کہ مروجہ تدریس کے طریقوں کے بارے میں علم حاصل کرے۔ تدریسی فرائض مناسب تدریسی طریقوں کے مطابق سرانجام دے۔

جماعت میں مختلف ذہنی صلاحیتوں کے طلباء موجود ہوتے ہیں۔ کچھ طالب علم ذہین، کچھ متوسط درجے کے اور کچھ کمزور ہوتے ہیں۔ استاد سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ جماعت میں کمزور طلباء کی طرف خصوصی توجہ دے۔ جماعت بڑی ہو تو طلباء کو دو تین گروپس میں تقسیم کر دے۔ ذہین طلباء کو ہر گروپ کا لیڈر بنایا جائے، ہر گروپ لیڈر اپنے گروپ کی مدد کرے۔ ذہنی لحاظ سے کمزور طلبا کو نظر انداز کرنا نظام تعلیم کی بڑی خامی ہے۔ ایک ذمہ دار معلم تعلیمی سرگرمیوں کا نظام اس طریقے سے چلائے گا کہ کمزور طلباء علمی میدان میں پیش رفت کرسکیں۔

ہوم ورک یا گھر کا کام طلبا کو متوازن اور مناسب مقدار میں دیا جائے۔ ہوم ورک تحریری اور زبانی دونوں طرح کا ہونا چاہیئے۔ یہ بات ضروری ہے کہ اگلے روز تحریری کام کو پرکھا جائے اور زبانی کام کے بارے میں پوچھا جائے۔ طلباء کی خامیوں کی اصلاح کی جائے اور ان کی خوبیوں کی تعریف حوصلہ افزائی کے طور پر کی جائے۔ تحریری کام میں مہارت جس طرح ضروری ہے اسی طرح زبانی سوال و جواب میں بھی طلباء کو مہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔ زبانی سوال و جواب میں طالب علم میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ یہی خود اعتمادی کارزار حیات میں کامیابی کے لئے لازمی ہے۔ معلم کا یہ کام ہے کہ طلباء میں احساس ذمہ داری، خود آگاہی اور خود اعتمادی پیدا کرے۔ طلباء کی قوت تحریر و تقریر اور رسم الخط کو فروغ دیا جائے۔ تحریر و تقریر اور کردار عمل انسانی شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اس لئے معلم طالب علم کی ہمہ جہت ترقی کی طرف توجہ دیں۔ جماعت میں ذہنی اور تعلیمی لحاظ سے کمزور طلباء کے بارے میں معلم سربراہ ادارہ کو تحریری طور پر اطلاع دیں۔ اس کے کمزور

پہلو بیان کریں اور طالب علم کی حالت بہتر بنانے کے لئے مناسب تجاویز دے۔ یہ عمل دقت طلب اور وقت طلب ہے لیکن والدین سے با معنی رابطہ معلم کی تعلیمی ترقی کے لئے مفید ہوگا۔ افراد کو تعمیری کام کرنے کے لئے آمادہ کرنا دشوار کام ہے، لیکن حکمت اور حوصلے کے ساتھ یہ کام نتیجہ خیز ثابت ہوگا۔ یہ بات بھی معلم کے فرائض میں شامل ہے کہ کمزور طلباء کی طرف خصوصی توجہ دے۔ طالب علم کی تعلیمی کمزوری اور حصول علم میں کمزوری کی وجوہات معلوم کریں اور ان وجوہات کی روشنی میں طالب علم کی کمزوری کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ طالب علم کی کمزوری کی وجوہات ذہنی، نفسیاتی، معاشی اور جسمانی ہوسکتی ہیں۔ کمزوری کی وجوہات معلوم ہوجائیں تو علاج اور اصلاحی تدابیر مؤثر ثابت ہوسکتی ہیں۔

کمرہ جات میں طالب علموں کو مصروف رکھنا تعلیمی نظم وضبط کا اہم تقاضا ہے۔ طلباء کی ایک کثیر تعداد کمرہ جات میں وقت ضائع کرنے کی عادی ہوتی ہے۔ بعض طالب علم دوران تدریس ذہنی طور پر کمرہ جات سے غیر حاضر ہوتے ہیں۔ استاد میں اس ماہرانہ تدریسی وصف کا ہونا ضروری ہے کہ وہ طلباء کو پڑھائی میں مصروف رکھ سکے۔ ورنہ تعلیمی سلسلہ بر آور ثابت نہیں ہوگا۔ کامیاب معلم وہ ہے جو کمرہ جات میں وقت کے قیمتی لمحات کا کوئی حصہ بھی ضائع ہونے نہ دیں، لہذا طلباء میں قریبی نگرانی کی ضرورت ہے۔ طلباء کو پڑھایا جائے۔ پڑھاتے وقت ان سے سوالات کئے جائیں۔ عمل درس وتدریس میں طلباء کو مصروف رکھا جائے۔ طالب علم کی جب نگرانی نظر انداز کی جائے تو وہ درس وتدریس کے مفید عمل سے غافل ہوجاتا ہے۔

ہوم ورک ڈائری میں لکھوانا خصوصا ابتدائی جماعت میں ضروری ہے۔ ہر طالب علم کی ڈائری بھی ملاحظہ کی جائے اور علامت کے طور پر ڈائری پر (Initial) یعنی مختصر دستخط کیا جائے۔ ہوم ورک کی مقدار مناسب ہونی چاہیئے۔ کام کی نفاست اور درستی کی طرف کامل توجہ دی جائے۔ کاہل اور سست طلباء میں کام بروقت کرنے کا جذبہ بیدار کیا جائے۔

بعض اوقات کلاس میں طلباء کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ جماعت میں طلباء زیادہ ہوں تو معلم کو زیادہ توجہ اور محنت کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جماعت میں تین چار ذہین طلبہ کو گروپ لیڈر بنایا جائے۔ طلباء میں نظم وضبط اور درس وتدریس کے کام کی جانچ ان کے تعاون سے کی جائے۔ مشکل حالات میں اختراعی طریقوں (Imovative Methods) کی ضرورت ہوتی ہے۔ آخرکار ہر مسئلہ کا حل ہوتا ہے۔ انسان درست خطوط پر سوچے تو مسائل کا حل نکل آتا ہے۔ اس مقصد کے لئے معلم کے قلب وذہن میں خلوص اور تن دہی کا ہونا از بس ضروری ہے۔ انسانی حیات مسائل سے بھری ہے، لیکن انسان وسائل اور ذرائع کے استعمال سے گوناں گوں مسائل پر قابو پاتا ہے۔ در حقیقت معلم کا کام بڑا دشوار اور توجہ طلب ہے۔ ڈاکٹر امراض کا علاج تلاش کرتا ہے، وکیل قانونی مسائل کو سلجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح معلم درس وتدریس اور تعلم کے مسائل کو حل کرنے کی سعی کرتا ہے۔ کامیاب معلم وہ ہے جو تعلیمی مسائل پر قابو پاسکے اور نظام تعلیم کے مقاصد اور مقررہ اہداف بڑی حد تک حاصل کرسکے۔ درس وتدریس کے حلقے سے جو دور بیٹھا انسان ہے۔ وہ تعلیمی مسائل کو کماحقہ نہیں سمجھ سکتا۔ یہ ذہین وفہیم معلم ہے جو تعلیمی مسائل سے جماعت میں عملاً دوچار ہوتا ہے۔ اب معلم کا کام ہے کہ عقل وفراست کو بروئے کار لاتے ہوئے ان مسائل کا حل تلاش کرے۔ وسائل اور ذرائع کی کامیابی کے باوجود معلم تعلیمی میدان میں کامیابی حاصل کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ مسائل حل کرنے کے لئے نئے اور مؤثر تدریسی طریقے اختیار کرسکیں۔ کمرہ جات میں نظم وضبط برقرار رکھنا مؤثر درس وتدریس اور تعلم کے لئے لازمی ہے۔ کمرہ جات میں طلباء گھومتے پھریں، شور مچائیں، درسی عمل چھوڑ کر غیر ضروری باتوں میں مصروف ہوں تو یہ نظم وضبط کی خلاف ورزی ہے۔ معلم سے توقع کی جاتی ہے۔ کمرہ جات میں ایسا پرسکون ماحول طلباء کے لئے فراہم کرے جس میں طلباء اطمینان اور توجہ کے ساتھ درسی عمل میں مصروف رہ سکیں۔ جہاں تک ممکن ہو جسمانی سزا سے گریز کیا جائے۔ نظم وضبط کا مسئلہ سنگین نوعیت کا ہو تو وہ مسئلہ سربراہ ادارہ کے سامنے تحریری طور پر پیش کرنا چاہیئے۔ تحریری اطلاع دہی سے پہلوتہی کرنا درست رویہ نہیں ہے۔ ہر اہم بات ضبط تحریر میں لائی جائے۔ طلباء کی اصلاح اور تربیت کے لئے مثبت انداز اپنانا چاہیئے۔ ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کی صورت میں اور تعلیم کے عمل سے لاپرواہی کی بناء پر طالب علم کو مناسب وقت کے لئے مناسب انداز میں کھڑا کرنا موزوں تنبیہ ہے۔ نفسیاتی طریقوں کو طلباء کی اصلاح کے لئے استعمال کیا جائے۔ معلم کی کامیاب تدریس کے لئے طلباء کی ذہنی کیفیت، رجحانات اور اخلاقی رویے سے آگاہی ضروری ہے۔ مشاہدے کے ذریعے اسباق میں پیش رفت کے حوالے سے اور زبانی سوال وجواب کی بنیاد پر طالب علم کی ذہنی کیفیت معلوم کی جاسکتی ہے۔ تعلیمی اور نفسیاتی طریقوں کے ذریعے طالب علم کے ذہن اور رویے کو تعمیری راہ پر گامزن کرنے کی کوشش کی جائے۔

طالب علم میں مطالعے اور پڑھنے کا ذوق پیدا کیا جائے۔ وہ معلم یقیناً کامیاب مدرس ہے جو طالب علم کے دل ودماغ میں حصول علم اور مطالعے کا شوق پیدا کرے۔ جس کام میں حقیقی شوق کا جذبہ پایا جائے۔ اس کام میں کارکن ضرور کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔ طلباء کے درمیان

تحریری اور تقریری مقابلے کروانا اور نمایاں کارگردی کا مظاہرہ کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا، تعلیمی شوق بیدار کرنے کا مثبت اور مؤثر ذریعہ ہے۔ اس طرح طلباء میں مسابقت اور بہتر کارکردگی کا جذبہ ابھرے گا۔ تدریس کے عمل کو امتحان اور باہمی تعلیمی مسابقت، مقابلہ، متنوع اور دلچسپ بناتا ہے۔ طلباء کو ذہنی معیار کے مطابق ایسی کتابیں پڑھنے کی ترغیب دی جائے، جو انہیں اسلامی تہذیب وتمدن، تاریخ، معاشرت اور اسوۂ حسنہ کے بارے میں آگاہی دلائیں۔ اس طرح طلباء قوت مشاہدہ اور اصلاح کے ارتقائی عمل کو فروغ دے سکیں گے۔ یہ طریقہ کار نظام تعلیم کے مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگا۔ انسان اپنے ماحول کے زیر اثر ہوتا ہے۔ یہ کام استاد اور معاشرے دونوں کا ہے کہ طالب علم کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے لئے صالح اور علمی ماحول پیدا کرے۔ طلباء کو ایسے تعمیری خطوط پر چلانے کی کوشش کی جائے کہ وہ قوم وملت کے لئے سرمایہ عروج بن سکیں۔ ذوق وشوق ہو تو طالب علم منزل کی طرف رواں دواں چلتا ہے۔ اس لئے طلباء کے تعلیمی ذوق وشوق کو بیدار کیا جائے۔

خود اعتمادی قیمتی اثاثہ ہے۔ معلم کا یہ کام ہے کہ طالب علم میں خود اعتمادی پیدا کرے، تاکہ وہ اعتماد کے ساتھ اظہار خیال کر سکے۔ سوال وجواب کے دوران طالب علم پر اعتماد انداز میں بول سکے۔ صدق وامانت عمدہ اوصاف ہیں۔ قول وعمل اور تربیت کے ذریعے طلباء میں صدق وامانت کی صفات پیدا کی جائیں۔

تعلیم وتدریس کے مسائل سے معلم دوچار ہوتا ہے ایسے مسائل تحریری طور پر سربراہ ادارہ کی توجہ میں لائے جائیں۔ ایک باخبر اور مستعد معلم سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ مسائل تدریس وتعلم کو سمجھے گا اور ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرے گا۔ دستیاب وسائل کے ذریعے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ مسائل کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ مسائل کا حل سوچا جائے اور ان کو حل کرنے کے لئے مسلسل کوششیں کی جائیں۔ ادارے اور کلاس میں نظم وضبط کو برقرار رکھا جائے۔ نظم وضبط برقرار رکھنا تعلیمی مقاصد حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ نظم وضبط کی حالت بہتر بنانے کے لئے ضروری ہو تو رفقائے کار اور سربراہ ادارہ کا تعاون حاصل کیا جائے۔ نظم وضبط کے مسئلہ کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ بے حسی سفر حیات میں ناکامیوں کی طرف لے جاتی ہے۔ مسائل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا چاہئے۔ مسائل حل کرنے کے لئے آسان تر، معقول اور مناسب طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ ہر مسئلے کا حل ہوتا ہے، لہٰذا معلم کا مزاج اور رجحان ایسا ہونا چاہئے کہ وہ مسئلے کا معقول حل ڈھونڈنے میں مؤثر کردار ادا کرے۔ کوئی بھی سرگرمی جو کمرہ جماعت کے مقاصد کے خلاف ہو، اس منفی سرگرمی کا ختم کرنا معلم کے پیشہ وارانہ فرائض میں شامل ہے۔

طالب علم گوشت پوست اور احساسات وجذبات کا انسان ہے، اس لئے طالب علم کے جذبات، رجحانات اور ذہنی سطح کے مطابق تعلیم دی جائے۔ معلم کے فرائض دشوار اور متنوع ہیں۔ والدین بچوں کی پرورش اور مادی ضروریات کی فراہمی کا بندوبست کرتے ہیں۔ والدین کا رویہ اولاد کے ساتھ مشفقانہ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ایک شخص کی بیماری کی تشخیص کرتا ہے، دوا تجویز کرتا ہے، ایک مخلص ڈاکٹر کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کے زیر علاج مریض جلد شفایاب ہو، ایک امانت دار اور باصلاحیت محافظ کی کوشش ہوتی ہے کہ متعلقہ افراد کے مال وجان اور آبرو کی حفاظت ہو۔ اسی طرح ایک مخلص معلم والدین کی طرح طلباء کی تعلیم وتربیت کا فریضہ شفقت کے ساتھ سرانجام دیتا ہے۔ ماہر ڈاکٹر کی طرح طلباء کی خامیاں دریافت کرتا ہے، ان خامیوں کو دور کرنے کے لئے تعلیمی اور نفسیاتی طریقے بروئے کار لاتا ہے، ہر کام مناسب قاعدے کے مطابق کرتا ہے۔ انسانی شخصیت پیچیدہ ہے، اس لئے انسانی شخصیت کا سمجھنا دشوار کام ہے، لیکن تعلیم، تربیت اور تجربہ کی بنیاد پر طالب علم کی شخصیت سمجھی جاسکتی ہے۔ شخصیت کے تقاضوں کے مطابق تعلیم دینے کا اہتمام کیا جائے۔

معلم سے بجا طور پر امید کی جاسکتی ہے کہ وہ کمرہ جماعت میں مہذب، شائستہ اور مشفقانہ رویہ اختیار کرے۔ مہذب انداز بیان اور شخصی رویہ کے بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔ بے جا تشدد سے طلباء میں تعلم کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں۔ نظم وضبط کو علمی اور تعلیمی طریقوں کے ذریعے برقرار رکھا جائے۔ مصنوعی طریقے سے نظم وضبط قائم رکھنے سے تعمیر شخصیت متاثر ہوتی ہے، لہٰذا طلباء میں یہ احساس پیدا کیا جائے کہ وہ ازخود اپنے آپ کو نظم وضبط کا پابند بنائیں۔

جب اوقات کار ختم ہو جائے تو حزم واحتیاط اور منظم طریقے سے طلباء کو اپنے گھروں کی طرف بھیجا جائے، جب معلم ادارے سے گھر کی طرف روانہ ہو تو اس کا ذہن اس بات سے مطمئن ہو کہ اس نے بھرپور اور پرخلوص کوششوں کے ساتھ طلباء کو پڑھایا ہے اور فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کی ہے۔ علم معاشیات میں (Job Satisfaction) اطمینان کار کی اصلاح استعمال ہوتی ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ کارکن کام کی نوعیت، اجرت کار، اوقات کار اور حالات کار سے مطمئن ہو، لیکن معلم کو زیادہ تر اس امر سے اطمینان قلب حاصل ہونا چاہئے کہ اس نے مفید طریقے سے اوقات کار صرف کئے۔ یہ بھی سوچے کہ فرائض منصبی کی ادائیگی میں کوئی کمی ہو تو اگلے روز وہ اس ارادے کے ساتھ

FSEISLAM.COM

اداروں میں آئے کہ کمی کی تلافی کی جائے گی۔ وہ آج کو کل کے مقابلے میں زیادہ شاندار بنائے گا، اس طرح نیک ارادے ہوں، عملی صلاحیتوں کا بہترین استعمال ہو تو اعلیٰ مقاصد حاصل ہو سکیں گے۔

آخر میں رحمان بابا کے چند اشعار قابل توجہ ہیں جن میں انہوں نے اخلاص کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ معلم بھی اخلاص سے کام کرے تو کامیابی حاصل ہوگی۔

کورہ ثہ بلند مقام دے دا خلاص
چہ جھان واڑہ غلام دے دا خلاص
دیکھئے اخلاص کا کتنا بلند مقام ہے
سارا جہاں اخلاص کا غلام ہے
کہ لہ زمکے نہ آسمان تہ خاتہ کران دی
دا سفر پہ یوہ کام دے دا خلاص
اگر زمین سے آسمان پر چڑھنا مشکل ہے
یہ سفر اخلاص کے لئے ایک قدم ہے
چہ خبر کا مخلصان لہ علم غیبہ
داھمہ واڑہ الھام دے دا خلاص
جو مخلص لوگوں کو علم غیب سے آگاہ کرے
یہ سارا اخلاص کا الہام ہے
درواج اورسم عمر مدام نہ وی
لکہ عمر چہ مدام دے دا خلاص
رسم ورواج کی عمر ہمیشہ نہیں ہوتی ہے
لیکن اخلاص کی عمر دائمی ہے
بے اخلاص حلاوت داسلام نشتہ
کہ اسلام دے خو اسلام دے داخلاص
اخلاص کے بغیر اسلام کی شیرینی نہیں ہے
اسلام تو اخلاص کا اسلام ہے
ثہ عجب دے چہ مستان دی ترے چاپیرہ
ھر ساقی ثخہ پہ جام دے دا خلاص
تعجب کی کیا بات ہے اگر حق کے متلاشی اس کے اردگرد جمع ہوں
جس ساقی کے پاس اخلاص کا پیالہ ہو
ثہ عجب دے چہ ھمائے پہ دام نخلی
ھر صیاد ثخہ چہ دام دے دا خلاص
یہ بات باعث تعجب نہیں اگر ہما پرندہ اس کے دام میں پھنس جائے
جس شکاری کے پاس اخلاص کا دام ہے
پس لہ مرکہ بہ دا مھر واخلاص نہ وی
کہ اخلاص کڑے نن ھنگام دے داخلاص
موت کے بعد یہ مہر و اخلاص نہیں ہونگے
اگر آپ اخلاص سے کام لیں تو آج اخلاص کا وقت ہے

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

درحمٰن کلام پہ دا سبب شیرین دے
چہ ئے ھر کلام دے داخلاص

رحمٰن کا کلام اس وجہ سے شیرین ہے
کہ اس کا ہر کلام اخلاص کا کلام ہے

کلاس ٹیچر، سبجیکٹ ٹیچر اور دینی مدرسے کے استاد کے فرائض اور امتحانی نظام

کلاس ٹیچر کے فرائض:

کلاس ٹیچر کلاس میں طلباء کی تعلیمی ترقی اور درسی مشاغل کا ذمہ دار ہے۔ کلاس ٹیچر طالب علم کے رویے کا گہرا مطالعہ کرے جہاں خامی نظر آئے اسے دور کرنے کی کوشش کرے۔ بنیادی طور پر تعلیم کا مقصد طالب علم کی شخصیت میں خوشگوار اور صحت مند تبدیلی لانا ہے۔ عام استاد کے مقابلے میں کلاس ٹیچر کی زیادہ ذمہ داری ہے۔ کلاس ٹیچر نہ صرف متعلقہ کلاس کی حاضری مقررہ معمول کے مطابق لے گا بلکہ غیر حاضری کے عادی طلبہ پر نگاہ رکھے گا۔ معقول وجہ کے بغیر غیر حاضری کی حوصلہ شکنی کرے گا۔ جو طالب علم مسلسل چھ دن ادارے سے بلا منظوری رخصت غیر حاضر رہے اس کا نام رجسٹر سے خارج کرنے کے لئے ادارے کے سربراہ کو تحریری رپورٹ بھیجے۔ نام خارج کرنے کی منظوری کی صورت میں کلاس ٹیچر ادارے کے سربراہ کے دستخط سے رسمی نوٹس لکھے۔ جس کی ایک نقل نوٹس بورڈ پر چسپاں کرائے۔ ایک نقل فیس انچارج اور ایک نقل داخلہ انچارج کو ضروری اندراج اور کاروائی کے لئے بھیجے۔

طلباء کو وقتاً فوقتاً ادارے سے متعلق ضروری ہدایات سے آگاہی دلایا کرے۔ منظم طریقے کے ساتھ زندگی گزارنے کی تلقین کرے۔ ادارے کی دیواروں اور فرنیچر پر لکھنے سے منع کرے۔ ادارے کی کسی بھی چیز کو نقصان پہنچانے سے اجتناب کرنے کی تاکید کرے۔ طلباء میں ادارے کے ساتھ اپنائیت کا گہرا احساس پیدا کرے۔ طلباء کو ذہنی طور پر آمادہ کرے کہ ادارے کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔ ایسے طلباء کی اصلاح کی طرف توجہ دے جو نظم وضبط کے طور طریقوں کی خلاف ورزی کریں۔ طلباء کی مسلسل نگرانی اور پند ونصیحت سے اصلاح کی صورت پیدا ہوگی۔ تخریبی ذہن کے طلباء اگر اصلاح پذیر نہ ہوں تو ایسے طلباء کو ادارے سے نکال دینا بہتر ہے۔

وقت قیمتی سرمایہ ہے۔ کلاس ٹیچر اس بات کا بغور مطالعہ کرے کہ طلباء وقت ضائع نہیں کررہے ہیں۔ ادارے کے آداب اور طور طریقے ہوتے ہیں۔ کمرہ جماعت میں اٹھنے، بیٹھنے اور دوسرے طلباء کے ساتھ برتاؤ کا انداز خوشگوار ہونا چاہئے۔ طلباء کی نگرانی کی جائے کہ وہ آداب (Etiquettes) کی خلاف ورزی کا ارتکاب نہ کریں۔ طالب علم کو مؤدب بنایا جائے، اس کی بات چیت اور عادات واطوار سے یہ بات ظاہر ہو کہ وہ آداب زندگی کی تربیت حاصل کر چکا ہے۔ کردار سازی ادارے کے قیام کا مقصد ہے۔ طالب علم میں کردار کی بلندی کا جذبہ پیدا کرنا چاہئے۔ جسم اور لباس کی صفائی انسانی شخصیت کا اہم حصہ ہے، لہٰذا معلم کوشش کرے کہ طلباء جسم اور لباس کی صفائی پابندی کے ساتھ کریں۔ طلباء کی تربیت اس طرح کی جائے کہ وہ کمرہ جماعت کی آرائش، صفائی اور بہتری کے لئے آپس میں تعاون کریں۔ مہینے میں کم از کم ایک بار طلباء کے تعلیمی سامان، کتب، نوٹ بکس، جیومیٹری بکس، قلم اور پنسل وغیرہ کا جائزہ لیا جائے۔ ان اشیاء کی حفاظت، ترتیب اور صفائی کے لئے ضروری ہدایات دی جائیں۔ طلباء کے ہفتہ وار اجتماعات میں ہر طالب علم کو مہینے میں ایک بار عملی حصہ لینے پر آمادہ کیا جائے تا کہ وہ تقریر، حمد ونعت، نظم یا کہانی سنائے۔ طالبعلم کے ذاتی اور تعلیمی مسائل کو حل کرنے کے لئے مفید مشورہ دیا جائے۔ جہاں تک ہو سکے طلباء کے مسائل حل کیے جائیں۔ کمرہ جماعت، ادارے اور دارالاقامہ میں چوری کے واقعات کا سدباب کرنا چاہئے۔ صدق وامانت اور دیانت کی ضروری صفات کو طلباء کے قلوب میں مستحکم بنائیں۔ رجسٹر حاضری، ڈائری، امتحانی چارٹ اور جماعت کے طلباء کا ریکارڈ اچھے طریقے سے رکھے۔

سبجیکٹ ٹیچر کے فرائض:

کلاس میں طلباء کو ٹائم ٹیبل کے مطابق پڑھائے، کلاس میں بروقت پہنچے۔ وقت ضائع کیے بغیر پڑھائی کا آغاز کرے۔ وقت کو منظم کرنا اور بہتر طریقے سے استعمال کرنا نظم وضبط کا اہم اصول ہے۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں دین ودنیا کے لحاظ سے یہ تین عامل بڑے اہم ہیں۔

1۔ وقت (Time)

2۔ زر۔ رقم (Money)

3۔ توانائی (Energy)

مضمون کا معلم ہر ممکن کوشش کرے کہ وقت، درسی مواد اور انسانی توانائی کا استعمال معیاری نتائج دے سکے۔ مقررہ وقت کے اندر تدریسی کام مکمل کرنا استاد کی ماہرانہ صلاحیت کی علامت ہے، لہٰذا تکمیل تدریس مقررہ وقت میں کرے۔ دوران تدریس طلباء سے سوالات کرے۔ اس طرح طلبہ کو کلاس میں متوجہ اور مستعد رکھے۔ پڑھانے کا انداز دلچسپ اور طلباء کی ذہنی سطح کے مطابق ہونا چاہئے۔ کامیاب معلم طلباء کی توجہ تعلم کی طرف مبذول رکھتا ہے۔ پچھلے سبق کا اعادہ اور روزانہ یا ہفتہ وار ٹیسٹ وقت کی دستیابی کے مطابق ترتیب دے۔ تختہ سیاہ اور دیگر بصری معاونات کو استعمال کرے۔ متعلقہ مضمون کے حوالے سے معلومات میں اضافہ کرے۔ اس مقصد کے لئے حوالے کی کتابیں یعنی لغات، ڈکشنری اور دوسری مفید کتابوں کی طرف رجوع کرے۔ معلم کا ذہن تحقیقی اور تنقیدی ہونا چاہئے۔ تدریسی مشکلات حل کرنے کے لئے رفقاء کار اور صاحب علم افراد سے مشورہ حاصل کرے۔ ایک معلم تجربہ کار اور اہل علم افراد سے بہتر حکمت عملی سیکھ لیتا ہے۔

معلم جائزہ لے کہ طلباء کا طرز نشست، کھڑے ہونے کا انداز، کتاب کی گرفت، کتاب اور آنکھوں کے درمیان کا فاصلہ مناسب ہو۔ پوری جماعت متوجہ ہو کوئی طالب علم غیر متعلق کام میں مشغول نہ ہو۔ روزمرہ زندگی سے سبق کا تعلق قائم کرے۔ کمرہ جماعت میں گھوم کر انفرادی مدد دی جائے۔ حاشیہ، تاریخ، عنوان، آغاز عبارت اور اوقاف لگانے کا لحاظ رکھا جائے۔ تحریری کام اور ہوم ورک جلد از جلد جانچ کر واپس کیا جائے۔ ہفتے میں پانچ دن پڑھانے اور ایک دن اعادے کے لئے رکھا جائے۔ ہفتہ وار/ماہوار ٹیسٹ کا ریکارڈ رکھا جائے۔ طلباء کے سامنے اچھی سیرت و کردار کا مظاہرہ کرے۔

دینی علوم کے استاد کے فرائض:

دین حق اسلام کی تعلیمات کے معلم کا اعلیٰ مقام ہے۔ وہ مشکلات اور نامساعد حالات کے باوجود اسلامی علوم کے چراغ کو روشن رکھتا ہے۔ وہ ذات باری تعالیٰ پر غیر متزلزل ایمان رکھتا ہے۔ علوم اسلامیہ کے معلم سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ان تعلیمی قاعدوں پر عمل پیرا رہے۔

(1) قرآن مجید اور احادیث نبوی دین اسلام کے دو بنیادی سرچشمے ہیں۔ اس لئے معلم کو چاہئے کہ وہ قرآن حکیم اور احادیث کا علم مہارت کے ساتھ حاصل کرے، حصول علم ایک مسلسل عمل ہے اس لئے علوم قرآن اور احادیث کے ساتھ گہرا رابطہ رکھنے کی ضرورت ہے۔

(2) فقہ اور تصوف کا علم حاصل کرنا اور ان میں مہارت حاصل کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

(3) قرآن مجید اور احادیث کی زبان عربی ہے، اس لئے عربی زبان سے خاطر خواہ آگاہی حاصل کرنا بے حد ضروری ہے۔ اس مقصد کے لئے علم صرف اور علم نحو سیکھنا لازمی ہے۔

(4) معلم حق بات کہے۔ جھوٹ بات اور دلیل شرعی سے ہٹ کر بات نہ کرے۔ معلم نہ صرف طلباء کو علوم دینی سے آراستہ کرتا ہے بلکہ وہ معاشرہ کو تعلیم دیتا ہے۔ ایک باکردار اور نیک سیرت عالم دین معاشرے کا رہبر اور قائد ہے۔ اس لئے معلم کو اپنے فرائض منصبی کا گہرا احساس ہونا چاہئے۔

(5) دین اسلام پر وقار ہے، اس لئے معلم دین پر وقار انداز میں علوم پڑھائے۔ تدریسی عمل کا سلسلہ شفقت، رحمدلی، خیر خواہی اور مخلصانہ طریق سے جاری رکھے۔ تشدد اور سنگین سزا سے اجتناب کیا جائے۔ سزا اور پیہم سزا سے طالب علم کی شخصیت مسمار ہوتی ہے۔ اس کے اندر انتقامی جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ بڑا ہو کر وہ سزا اور مار پیٹ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

(6) کامیاب اور مؤثر معلم دین وہ ہے۔ جو علوم سکھانے میں اس قدر کشش اور جاذبیت پیدا کرے کہ طالب علم کا دل یہ چاہنے لگے کہ وہ چھٹی کے دن بھی علم حاصل کرنے کے لئے تعلیمی ادارے میں حاضری دے۔

(7) احکام شریعت کی بڑی اہمیت ہے۔ احکام کا اچھے طریقے سے سمجھنا اور سمجھانا تعلیم کا بنیادی مقصد ہے۔ احکام خصوصاً فقہ کے مسائل اور احکام کا لکھوانا تدریسی عمل کی بڑی خوبی ہے۔ فقہ کی اہم کتابوں کے مسائل مثلاً قدوری کے مسائل کو وضاحت کے ساتھ لکھوانا، طالب علم کو علمی دولت سے مالا مال کرنے کے مترادف ہے۔

(8) اسباق کو تیاری کرنے کے بعد پڑھانا چاہئے۔ تیاری سے اعتماد اور یقین پیدا ہوگا۔ تیاری کے بغیر ایک معلم اپنے مضمون سے انصاف نہیں کر سکے گا۔

(9) طلباء کی اصلاح و تربیت پر پوری توجہ دی جائے۔ برے اخلاق سے طلباء کو دور رکھا جائے۔

(10) پابندی وقت کا خاص خیال رکھے۔ پابندی وقت تربیت و اخلاق کا اہم جزو ہے۔

امتحانی نظام:

امتحان کا مفہوم جانچنا اور پرکھنا ہے۔ کمرہ جماعت میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے اس کے بارے میں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ طلباء کہاں تک اسباق سمجھ چکے ہیں۔ امتحان کے ذریعے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ پڑھائی کا سلسلہ کہاں تک مؤثر ہے۔ طالب علم کی تعلیمی کارکردگی اگر کمزور ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔ طلباء کی تعلیمی کمزوری دور کرنے کے لئے کون سے تدریسی طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں۔ نصابی اسباق پڑھانے کے مقاصد کہاں تک حاصل ہو چکے ہیں۔ ہر سبق کے پڑھانے کے جو مقاصد ہیں ان مقاصد کے حصول میں کہاں تک کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ مختصراً یوں کہ امتحان کے ذریعے طلباء کی تعلیمی حالت، پڑھائی کے مؤثر ہونے کی کیفیت، طلباء کی تعلیمی کمزوری کی وجوہات اور نصابی اسباق کے مقاصد کے حصول کے حوالے سے مفید معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ معلم سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ کلاس روم ٹیسٹ اور امتحان کے ذریعے حاصل کردہ معلومات کی روشنی میں درس و تدریس کی حکمت عملی میں مناسب تبدیلی لائے۔ تحریری ٹیسٹ اور امتحان کے علاوہ زبانی امتحان بھی عمل تدریس کا ضروری حصہ ہے۔ تدریس کے وقت بھی طلباء سے سوالات کیے جائیں۔ ایک عبارت کے خاتمے پر سوالات کیے جائیں جسے جزوی امتحان کہا جائے گا۔ سبق کے خاتمے پر سوالات کیے جائیں جسے کلی امتحان کہا جائے گا۔ سوالات آسان ہوں اور طلباء کے تعلم (Learning) کا جائزہ لینے میں معاون ثابت ہوں۔ محض حافظے کا امتحان کافی نہیں، یہ بھی دیکھا جائے کہ طلباء معلومات یا متن مفہوم کا درست اطلاق (Application) کر سکتے ہیں یا نہیں۔ امتحان یہ بتائے کہ طلباء معلومات کو عملی طور پر کہاں تک استعمال کر سکتے ہیں۔

امتحانی سوالات کو عام طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(1) موضوعی انشائیہ (Subjective) طرز کے سوالات:

ان سوالات کے جوابات لکھنے کے لئے طلباء کے پاس تحریری قوت کا ہونا ضروری ہے۔ یہ سوالات اس لحاظ سے مفید ہیں کہ اس طرح طالب علم اپنی ذہنی استعداد کا بھرپور اظہار کرسکتا ہے۔

(2) دوسری قسم کے سوالات "مختصر سوالات" ہوتے ہیں:

یہ سوالات بھی طالبعلم کی تعلیمی قابلیت جانچنے میں معاون ہوتے ہیں۔

(3) سوالات کی تیسری قسم معروضی (Objective) نوعیت کی ہے:

معروضی سوال وہ ہوتا ہے جس کا ایک ہی درست جواب ہو۔ ان سوالات کے ذریعے طلبا کی ذہنی صلاحیت کی درست جانچ کی جاسکتی ہے۔ بعض امتحانات میں معروضی سوالات کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ معروضی سوالات کی بڑی خامی یہ ہے کہ طالب علم اتفاقاً درست جواب پر نشان لگالیتا ہے۔ اس لئے معروضی سوالات خالی جگہ پر کرنے کی صورت میں ہوں تو اتفاق (Chance) کا عمل ختم ہوسکتا ہے، لہٰذا ان معروضی سوالات کو زیادہ اہمیت دی جائے جہاں خالی جگہ پر کرنا ضروری ہو اور خالی جگہ پر کرنے کے الفاظ تجویز نہ کیے گئے ہوں تعلیمی جانچ اور پرکھ ایک دشوار اور محنت طلب کام ہے۔ طلباء سے ایسے تحریری اور زبانی سوال پوچھے جائیں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ طلباء مناسب طور پر سبق سمجھ چکے ہیں یا نہیں۔ تحریری اور زبانی امتحانات نظام تعلیم میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ طلباء کے جوابات کی روشنی میں معلم سلسلہ تدریس کو مزید مؤثر بنا سکتا ہے۔

☆☆☆

دینی مسائل اوران کا حل

"مسائل دین ودنیا" کے عنوان کے تحت قارئین کرام کے ان سوالات کے جوابات قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کیے جاتے ہیں جوکارزارِحیات میں مختلف اعمال وافعال کی بجا آوری کے دوران انسانی ذہن میں پیدا ہوتے رہتے ہیں اور پھر ذہنی وروحانی الجھنوں کا باعث بنتے ہیں۔ آپ کو بھی کوئی الجھن درپیش ہو یا ذہن کے نہاں خانے میں کوئی سوال پیدا ہو کر پریشان کررہا ہو تو فوراً لکھیے۔ آپ کو انشاءاللہ تعالیٰ اس سوال کا شافی وکافی جواب دیا جائے گا۔

محمد لیاقت علی مفتی

☆سوال: کہا جاتا ہے کہ جو شخص مسلسل تین جمعے نہ پڑھے اس کے دل پر مہر لگادی جاتی ہے۔ کیا یہ حقیقت ہے؟ وضاحت فرمادیں۔

❁ جواب: سنن ابوداؤد شریف ابواب الجمعۃ باب ''التشدید فی ترک الجمعه'' کی حدیث ہے ''من ترک ثلاث جمعه تهاونا بها طبع الله علیٰ قلبه'' یعنی جس نے تین جمعے چھوڑے انہیں غیر اہم سمجھتے ہوئے یا سستی کے باعث، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر ثبت فرما دیتا ہے۔ حدیث پاک سے جمعہ کی فضیلت بخوبی واضح ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ترک جمعہ کتنا گھناؤنا جرم ہے، البتہ حدیث کا لفظ ''تہاونا'' قابل غور ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی عذر شرعی کی بنا پر کسی کے جمعے رہ گئے تو وہ اس وعید کی زد میں نہ آئے گا بلکہ اگر کوئی جان بوجھ کر بلاعذر شرعی ایسا کرے یا جمعہ کو غیر اہم سمجھتے ہوئے ترک جمعہ کا مرتکب ہو تو اس کے دل پر بہر حال مہر ماردی جاتی ہے۔ نتیجۂ وہ دینی رجحان کی دولت سے محروم ہوجاتا ہے۔

☆سوال: کورٹ میرج کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ نکاح ہوجاتا ہے؟

❁ جواب: شریعت مطہرہ میں بالغ لڑکے اور لڑکی کو اپنی مرضی سے نکاح کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ ان کے نکاح کے لئے ولی کا ہونا شرط نہیں ہے، لہٰذا کورٹ میں حسب دستورِ شرعی اگر مرد و عورت کا نکاح کروادیا گیا تو وہ نکاح درست ہوگا اور وہ باہم میاں بیوی ہی متصور ہوں گے، البتہ بالغ لڑکی کے لئے بھی اولیٰ یہی ہے کہ وہ ولی کی رضامندی سے نکاح کرے، اس طرح وہ کئی طرح کے فتنوں سے بچ سکتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ماں باپ کی نافرمانی جیسے قبیح جرم سے اجتناب اس کے لئے ممکن ہوسکتا ہے۔ والله اعلم بالصواب

☆سوال: ایک مولانا تقریر کرتے ہوئے کہنے لگے ''اللہ تعالیٰ گالیاں دیتا ہے، رسول اللہ ﷺ بھی گالیاں دیا کرتے تھے اور حدیث حدیث کی رٹ لگانے والوں کے ساتھ ہی حدیث کو گوندا لگا کے چپکا دو۔'' ایسے الفاظ استعمال کرنے والے کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

❁ جواب: ''العیاذ بالله'' مذکورہ بالا الفاظ ادا کرنے والے کے کفر میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا۔ اس پر تجدید ایمان لازم ہے اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں تجدید نکاح بھی ضروری ہے، نیز یہ کہ اس کے پیچھے جان بوجھ کر نماز پڑھنے والوں کا بھی یہی حکم ہے۔ ان سب کے لئے تجدید ایمان و نکاح لازم ہوگا۔

☆سوال: کیا کسی مسلمان کو غیر مسلموں جیسے نام رکھنے جائز ہیں؟

❁ جواب: انسانی شخصیت پر نام کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اکثر اوقات انسان نام کے اچھا یا برا ہونے کے فوائد و نقصانات اٹھاتا ہے۔ حدیث پاک سے اس کی ایک مثال یہ بھی دی جاسکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی کا نام ''فاطمہ'' رکھا جس کا معنی ''چھڑانے والی'' ہے۔ جب حضور علیہ السلام سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ان الله عز و جل قد فطمها و ذریتها عن النار یوم القیامة'' بے شک اللہ تعالیٰ نے فاطمہ اور ان کی اولاد کو قیامت والے دن آگ سے آزاد کردیا ہے۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے مذکورہ بالا حقیقت بخوبی واضح ہوگئی لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد اور اعزا و اقارب کے لئے اچھے ناموں کا انتخاب کریں اور اگر کہیں برا نام پائیں تو اسے تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے۔ حضور ﷺ والدین پر اولاد کے حقوق بیان کرتے ہوئے بھی بچوں کے اچھے نام رکھنے کا ذکر فرمایا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو اکثر لوگ نام کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں ہی حاضر ہوتے تھے اور آقا ﷺ خود نام رکھتے تھے۔ حضور ﷺ سے حضرت ابودرداء ﷺ روایت کرتے ہیں:

انکم تدعون یوم القیامة باسمائکم و اسماء اباٰئکم فحسنوا اسمائکم

بلاشبہ قیامت کے دن تمہیں تمہارے ناموں سے پکارا جائے گا لہٰذا اچھے نام رکھا کرو

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ان رسول الله ﷺ کان یغیر الاسم القبیح کہ حضور علیہ السلام برا نام بدل دیا کرتے تھے اور اس کی مثال حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ کی یہ حدیث ہے۔

ان ابنة لعمر کا ن یقال لها عاصیة فسماها رسول الله ﷺ جمیلة

کہ حضرت عمر ﷺ کی ایک بیٹی کو ''عاصیہ'' کہا جاتا تھا (جس کے معنی ہے گنہگار) تو حضور ﷺ نے اس کا نام جمیلہ رکھ دیا۔

حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں جب کوئی مسلمان ہونے کی غرض میں حاضر ہوتا تو آقا اس سے توحید و رسالت کی گواہی قائم کروانے کے بعد اگر اس کا نام اچھا نہ ہوتا تو خوبصورت اسلامی نام سے تبدیل فرمادیتے، لہٰذا تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ غیر اسلامی ناموں سے اپنی اولادوں کو بچائیں۔

☆سوال: مونچھوں کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے، راہنمائی فرمائیں (انجم فاروق علوی)

۞ جواب: رسول کریم ﷺ نے داڑھی بڑھانے اور اور مونچھیں ترشوانے کو خصائل الفطرۃ میں شمار فرمایا ہے۔
فرمان عالی شان ہے۔ عشر من الفطرة قص الشارب و امضاء اللحية ۔(الحدیث) دس چیزیں فطرت سے ہیں، مونچھیں کم کروانا اور داڑھی بڑھانا، حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ مونچھیں بڑھانا خلاف شرع اور خلاف سنت ہے اور یہ علامات یہود میں سے ہے، جبکہ حضور علیہ السلام نے عمومی طور پر بھی خالفوا اليهود و النصارى فرما رکھا ہے، یعنی یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرو، الہٰذا مونچھیں پست کرنا ہی سنت ہوگا۔
حد شرع سے زائد مونچھیں رکھنا مکروہ ہے اور اتنا قبیح فعل کہ اگر کوئی بڑی مونچھوں والا شخص پانی پیئے اور اس کی مونچھوں کے بال پانی میں بھیگ جائیں تو اس پانی کے مکروہ تحریمی ہونے پر علماء کا اتفاق ہے، البتہ ان کے پست کرنے میں یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ حضور علیہ السلام نے مونچھوں کے لئے ''حلق'' کا لفظ استعمال نہ فرمایا بلکہ ''قص'' کالفظ ارشاد فرمایا جس کا معنی کم کرنا ہوتا ہے۔ اسی لئے علماء نے مطلقاً مونچھیں مونڈ ھنے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے المختصر اعتدال ہی بہترین راہ ہے، نہ تو حد شرع سے زائد ہوں نہ ہی بالکل مونڈ دی جائیں بلکہ مونڈنے کی حد سے قدرے زائد تک پست کر دی جائیں۔ یہی راہ سنت ہے۔ بڑی مونچھوں کے حوالے سے جو بعض صحابہ کی طرف نسبت کی جاتی ہے وہ صرف ضرورت جہاد تک محدود ہے مجاہدین کے لئے اس کی اجازت ہے کیونکہ بالوں کی کثرت و زیادتی سے رعب و دبدبہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ عمومی حالت میں مونچھوں کا بڑھانا کسی طور روا نہیں۔
☆ سوال: انسان جس شہر میں شادی کرے وہاں نماز کا صحیح حکم کیا ہے۔ پوری پڑھی جائے یا قصر جبکہ اس سلسلے میں علماء کی آراء مختلف ہیں؟
۞ جواب: راہنمائی حاصل کرنے لئے مرشد و مربی استاذ المکرم علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری ہوئی، اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود قبلہ شاہ صاحب نے انتہائی شفقت و مہربانی اور کرم کا سلوک فرمایا اور تقریباً پوری رات اس مسئلے کی تحقیق میں بسر ہوئی۔ مختلف اقوال بھی زیر بحث آئے اور بہت سی کتابیں بھی دیکھنے کا موقع اللہ نے نصیب کیا، شاہ جی کی معیت سے جو کچھ راہنمائی ملی اس کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ انسان جس شہر میں شادی کر لے وہاں وہ قصر نماز نہیں پڑھے گا کیونکہ شادی کر کے وہ مقیم کے حکم میں ہو گیا۔
مسند امام احمد کی حدیث ہے۔

صلی عثمان باھل منی اربعاً وقال یا یھا الناس لما قدمت تأ ھلت بھا وانی سمعت رسول اللهﷺ يقول ''اذاتأ ھل الرجل ببلدة فا نه يصلی بھا صلوة مقيم''

ترجمہ: حضرت عثمان ﷺ نے اہل منیٰ کو چار رکعتیں پڑھائیں اور فرمایا اے لوگو! جب میں آیا تو میں نے یہاں شادی کر لی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ'' جب کوئی شخص کسی شہر میں شادی کر لے تو وہ وہاں مقیم والی نماز پڑھے گا۔
''اس حدیث پاک کی تشریح میں ابن قیم جوزی نے لکھا ہے کہ
''وقد نص احمد وابن عباس ﷺ قبله ان المسافر اذا تزوج لزمه الا تمام'' وهذ القول ابی حنيفة ومالک واصحابهما۔ اس سے پہلے امام احمد نے اس بات کی بھی توضیح کی کہ حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ نے فرمایا کہ
''مسافر جب شادی کر لے تو پوری نماز اسے لازم ہو جاتی ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ ﷺ کا اور امام مالک اور ان دونوں کے اصحاب کا''۔
نماز قصر کے حوالے سے عمومی قاعدہ ضابطہ یہ ہے کہ وطن اصلی اور وطن اقامت دونوں میں نماز پوری پڑھی جاتی ہے قصر نہیں ہوتی، وطن اقامت سے مراد تو وہ جگہ ہے جہاں کسی نے پندرہ دن سے زائد قیام کی نیت کی ہو۔ وطن اصلی کیا ہے؟ اس سلسلے میں در مختار جلد اول کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ المسافر میں ہے۔

''الوطن الا صلی هو موضع ولا دته او تا هله او تو طنه''

یعنی وطن اصلی وہ جگہ ہے جہاں کوئی پیدا ہوا یا اس نے شادی کر لی ہو یا اس نے اسے وطن بنا لیا ہو۔
وطن اصلی کی تعریف فتاویٰ قاضی خان میں یوں بیان کی گئی:

''بان کان مو لده وسكن فيه اولم يكن مولده ولكنه تأهل به''

ترجمہ: یا تو وہ اس کی جائے ولادت ہو اور وہ وہاں سکونت پذیر بھی ہو یا وہ جائے ولادت تو نہ ہو مگر اس نے وہاں شادی کر لی ہو۔
علامہ شیخ مصطفیٰ بن ابی عبد اللہ الطائی کی شرح کنز کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''الوطن الا صل وهو مايكون با لا هل اؤبا التوالد''

ترجمہ: وطن اصلی وہ ہے جو بیوی کے ذریعے یا پیدائش کے ذریعے بنتا ہے۔
رمزالحقائق شرح کنزالدقائق میں علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

"الوطن الا صلی هو مولد الا نسان و البدة التی قالتی تا هل فیها

ترجمہ: وطن اصلی انسان کی جائے ولادت بھی ہے اور وہ شہر بھی جہاں سے اس نے شادی کی ہو۔
نورالایضاح میں کہا گیا:

وطن الا صلی الذی ولد فیه الا نسان او تز و ج فیه .

ترجمہ: وطن اصلی وہ ہے جہاں انسان پیدا ہوا یا جس شہر میں اس نے شادی کر لی ہو۔
مذکورہ بالا تمام عبارتوں سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی کہ انسان جہاں سے شادی کر لے وہ اس کا وطن اصلی ہو جاتا ہے اور وطن اصلی میں نماز پوری ہی پڑھی جاتی ہے اسی حوالے سے صدرالشریعہ مولانا امجد علی خان صاحب بہار شریعت میں فرماتے ہیں:
''مسافر نے کہیں شادی کر لی اگر چہ وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو مقیم ہوگیا اور دو شہروں میں اس کی دو عورتیں اپنی ہوں تو دونوں جگہ پہنچتے ہی مقیم ہو جائے گا'' (بحوالہ ردالمختار)
حلبی کبیر کے عقدہ کشا الفاظ بھی اسی حوالے سے یقیناً اطمینان بخش ہیں:

ولو تزوج المسافر ببلد ولم ینو الاقامة به فقیل لا یصیر مقیماً وقیل یصیر مقیماً وهو الا وجه لما مرمن حدیث عثمان ﷺ

ترجمہ: اور اگر مسافر نے کسی شہر میں شادی کر لی اور وہاں قیام کی نیت نہ کی تو کہا گیا کہ وہ مقیم نہ ہوگا اور کہا گیا کہ وہ مقیم ہوگا اور یہی زیادہ مناسب قول ہے بوجہ حدیث عثمان ﷺ
فتاویٰ عالمگیری کے الفاظ بھی کس قدر واضح ہیں۔ وطن اصلی وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے جب پہلے شہر سے مع اپنی زوجہ سے منتقل ہو جاوے اور مع اپنی زوجہ کے منتقل نہ ہوا اور دوسرے شہر میں دوسرا نکاح کر لے تو پہلا وطن باطل نہ ہوگا اور دونوں میں پوری نماز پڑھے گا۔
ہدایہ شریف کی شرح میں ہے:
پھر اگر مسافر نے ایک شہر میں نکاح کیا اور وہاں اقامت کی نیت نہ کی تو ایک قول میں مسافر رہا اور ایک قول میں مقیم ہوگیا میں کہتا ہوں کہ حضرت عثمان ﷺ نے اسی پر اعتماد کر کے مکہ میں نکاح کرنے سے مقیم کی نماز پڑھی اپنی خلافت کے سات برس بعد حالانکہ پہلے دو رکعت ہی پڑھتے تھے۔ مذکورہ بالا تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ سسرالی شہر میں نماز قصر نہیں ہوتی بلکہ پوری ہوتی ہے۔ ہمارے مشائخ کا عمل اور فتویٰ بھی اسی قول پر ہے۔

☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

رفعتِ مقامِ مصطفےٰ ﷺ کانفرنس کی تصویری جھلکیاں

مدیر دلیلِ راہ سے
وفود کی ملاقاتیں

رفعتِ مقامِ مصطفیٰ ﷺ کانفرنس کی تصویری جھلکیاں

جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام
بیس سنی تنظیمات کا تقریباتی تصویر نامہ

جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام
تین کی تعلیمات کانفرنس کی تصویری جھلک

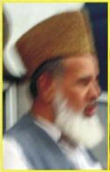

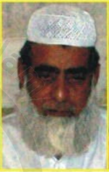
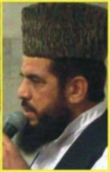

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضور مفسر قرآن
پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی
کا
دورۂ امریکہ

کا

دورہ امریکہ

جماعت اہل سنت پاکستان صوبہ پنجاب کے زیر اہتمام

سنی تربیتی کنونشن

جماعت اہل سنت پاکستان صوبہ پنجاب کے زیر اہتمام

سنی تربیتی کنونشن

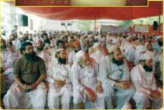

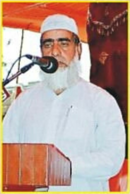
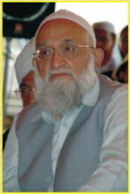

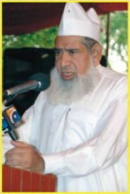

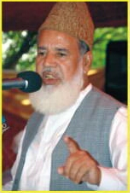

النساء کلب کراچی میں درسِ قرآن کا ایک منظر

جماعت اہل سنت کراچی کے زیر اہتمام تربیتی اجلاس

جماعت اہل سنت حیدر آباد
کے زیر اہتمام تربیتی اجلاس

… کراچی میں درس قرآن کا ایک منظر

جماعت اہل سنت کراچی کے زیر اہتمام تبلیغی اجلاس

جماعت اہل سنت حیدرآباد کے زیر اہتمام تبلیغی اجلاس